

معمودگی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

گریزد از صف ما هر که مرد غوغا نیست
کسیکه گشته نشد از قبیلۀ ما نیست

نظیری

۲۲۹۳۸
۴۴۸
دواوس
۱۴۲۸

نعمه زندگی

اثر

ابو نعیم عبدالحکیم خاں شترجانب لاهوری

۳۳۹۱

قیمت ۵۰ مجلد غیر

طبع اول

نذر

میں اپنے ناچیز مجموعہ کلام ”نغمہ زندگی“ کو دنیاۓ اسلام
 کے سب سے بڑے شاعر فخر ایشیا حضرت علامہ سراقبال
 مدظلہ العالی کی خدمت گرامی میں ہدیہ حقیر کے طور پر
 پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں ۛ

خاکسار
 نشتر

گزارش

آئندہ اوراق میں جو کچھ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں گے وہ میرے ان اشعار کا مجموعہ ہے جو میں صرف اپنے لئے اور اپنے ذوق طبیعت کی خاطر سامانِ تسکین ہم پہنچانے کی غرض سے وقتاً فوقتاً کتارا ہوں۔ اُس وقت یہ بات میرے تصور میں بھی نہیں تھی کہ منتشر خیالات کبھی منظم و مرتب صورت میں شائع ہوں گے لیکن اب محض احباب کی خواہش کے پیش نظر بلکہ ان کے اصرار و امینار شاہ کی تعمیل میں یہ ناچیز کا امرِ ملک کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اگر اس نے اربابِ ذوقِ سلیم کی نکتہ رس نگاہوں کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ تو میں اسے اپنی بہت بڑی سعادت سمجھوں گا۔

سخت ناسپاسی ہوگی۔ اگر ہیں وحید العصر انشا پر داز اور مبصر
 ادب و شعر حضرت مولانا غلام رسول صاحب قہر بی۔ اے مالک مدیر
 روزنامہ انقلاب کی خدمت عالی میں خلوص دل سے ہدایئے تشکر
 پیش نہ کروں جنھوں نے انتہائی مصروفیت کے باوجود میری عرضِ نیاز
 کو شرفِ قبولیت بخش کر ایک نادر الاسلوب۔ فاضلانہ اور بصیرت افروز
 مقدمہ تحریر فرمایا۔

خلیفہ محمد حسن صاحب غنیمت نويس کا شکریہ ادا کرنا بھی میں اپنا فرض
 سمجھتا ہوں جنھوں نے ”نغمہ زندگی“ کو زیورِ کتابت سے آراستہ کر کے
 اُس کے ظاہری حُسن میں چار چاند لگا دیئے۔

نشر

فہرستِ منہجات

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۳	عالمگیر اعظمؒ	۹	مقدمہ
۷۷	سلطانِ دکن	۲۵	دعا
۸۰	بانگِ درا	۲۷	فریاد
۸۳	پیغامِ عمل	۳۰	سلامِ نیاز
۸۶	بیدار ہو مسلم!	۳۶	قرآن اور مسلمان
۸۹	صاحبِ معراجؐ	۳۹	تیغ اور مسلم
۹۱	اٹھو مسلم غیور!	۵۱	غزوہٴ یحنین
۹۴	زندگی	۵۶	نویدِ اسلام
۹۶	زمرئہٴ حیات	۶۳	اسوۂٴ شبیرؐ
۹۸	مناظرۂ چشم و گوش	۶۵	عیدِ قرباں
۱۱۰	آہ میرا بچپن	۶۷	۱۹۲۲ء کی عیدِ قرباں

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۴۷	یادِ وطن	۱۱۵	سالِ نو
۱۴۹	کوئٹہ کی رنگین یاد	۱۱۹	بہلِ اسیر
۱۵۳	تراژِ شادی	۱۲۳	ہائسری بجائے جا
۱۵۵	نوحہ گرامی	۱۲۷	کھکشاں
۱۵۷	روزنامہ "زمیندار"	۱۳۰	کوئی نہ ہو
۱۵۹	روزنامہ "الغائب"	۱۳۲	تنہائی
۱۶۱	تغزل	۱۳۴	اکلیتے بیٹے کی موت
۱۹۱	رباعیات	۱۴۰	بیوی کا جنازہ
۱۹۹	مستغنیات	۱۴۴	شوہر کا جنازہ



نشر جالندھری

مقدمہ

از

حضرت مولانا غلام رسول صاحب قہر بی۔ اے

مالک و مدیر روزنامہ انقلاب لاہور

حکایت از قد آں یار دل نواز کنسیم

بہ ایں فسانہ مگر عمر خود دراز کنسیم

نشر کے ساتھ تعلقات پیدا ہوئے کم و بیش بیس برس گزر چکے ہیں۔

جبکہ محض عبدالحکیم خاں تھے۔ نشر نہ تھے۔ اس وقت میرے خواب و خیال

میں بھی یہ بات نہ تھی کہ زمانے کا انحصار بیس صدی کے اندر اندر انھیں

شعر و ادب کی دُنیا میں ایک ممتاز مقام پر پہنچا دے گا۔ اور مجھے دیرینہ تعلقات کی بنا پر سیاسیات کی خشک۔ بے کیف اور ادبیت سوز کشمکش کا سے کھینچ کر ان کے کلام کا مقدمہ لکھنے کی خدمت سونپی جائے گی +

مجھے اب تک یاد ہے کہ میں مشن ڈینی سکول جالندھر میں غالباً نویں جماعت میں تعلیم پاتا تھا۔ اور اسلامیہ بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا۔ جو اس وقت قومی تعلیم کے سلسلے میں مسلمانانِ جالندھر کی اجتماعی مساعی کا پہلا اثر اور پہلا نقش تھا۔ میں جس کمرے میں رہتا تھا۔ اسی میں نشتر کے بھائی عبدالحق صاحب (جواب ڈاکٹر عبدالحق ہیں) بھی رہتے تھے۔ میں چند روز کی خدمت لے کر گھر گیا ہوا تھا۔ واپس آیا تو دیکھا کہ ہمارے کمرے میں ایک ڈبل پتیلے نیچف البجٹ نو جوان کا اضافہ ہو گیا ہے۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ عبدالحق صاحب کے چھوٹے بھائی عبدالحق حکیم خاں ہیں۔ جو ورنیکلر مڈل کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کرنے کے بعد انگریزی کی تعلیم کے لئے جالندھر آئے ہیں۔ مجھے اس زمانے میں شعر گوئی کا شوق تھا۔ اور تقریباً روزانہ اپنے

ساتھیوں سے بالکل علیحدہ ہو کر اس شوق کو پورا کیا کرتا تھا۔ چند روز میں معلوم ہوا کہ تازہ واردہ جوان یعنی عبدالحکیم خاں بھی اس باب میں میرے ہم مشرب ہیں۔ اسی ہم مشربی کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے میرے اور عبدالحکیم خاں کے درمیان ایسے گہرے تعلقات قائم کر دیئے کہ آج تک زمانے کی کوئی بے برد انہیں گزند نہیں پہنچا سکی۔ اور بعدِ سکائی و مفارقتِ زمانی کا کوئی امتداد ان کی گرمی اور جوش میں افسردگی پیدا نہیں کر سکا۔

یگانگیِ ذوق و مشرب کی طبعی الفت و محبت کے علاوہ ان تعلقات میں احترام کے پاکیزہ جذبات بھی شامل تھے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عبدالحکیم خاں صاحبِ نشتر ایک ایسے خاندان کے فرد تھے جو ہمارے علاقے میں علم و فضل کی وجہ سے خاص شہرت رکھتا تھا۔ اس خاندان کے مورثِ عالیٰ عالمگیر اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عہدِ سعید میں کابل سے ہندوستان آئے تھے۔ چونکہ یہ پٹھانوں کے قبیلے ”میاں خیل“ سے تھے۔ اس لئے یہاں پہنچ کر انہوں نے جو گاؤں آباد کیا۔ اس کا نام ”میاں وال“ رکھا

رمیاں وال تحفیل نکودر۔ فضل جالندھریؒ کی اولاد میں اس اثر سے
 اربابِ علم و فضل پیدا ہوتے۔ کہ خود گاؤں کا نام ”میاں وال مولیاں“ یعنی
 مولویوں کا میاں وال مشہور ہو گیا۔ اور آج تک علم و فضل کا یہ اختصاص
 و امتیاز اس گاؤں کے نام کا لاینفک جزو ہے۔ خاندان کے متعدد
 بزرگوں نے علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی میں بھی درجہ امتیاز
 حاصل کیا۔ اور گرد و نواح کے علاقے میں ان سے بیعت و ارشاد کا سلسلہ
 بھی جاری ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ ایسے خاندان کے کسی فرد کے ساتھ تعلقات
 محبت و الفت احترام کے جذبات سے خالی نہیں رہ سکتے تھے۔

میں اور شتر جب تک اکٹھے رہے۔ ہمارا عام دستور یہ تھا۔ کہ
 روزانہ کچھ مدت کے لئے اپنے تمام رفقاء سے الگ ہو کر کوئی ”طرح“ تجویز
 کر لیتے۔ اور اس پر جو کچھ لکھتے۔ ایک دوسرے کو سنا کر خوش ہو لیتے۔ نہ
 کوئی استاد تھا۔ نہ کوئی رہنما اور نہ کوئی مشیر و صلاح۔ اس زمانے کا کلام
 نہ میرے پاس موجود ہے۔ اور نہ غالباً شتر کے سفینہ مسودات میں۔

اس زمانے کا حامل افکار محفوظ ہے۔ اور یہ عرض کرنا غالباً غیر ضروری ہے کہ وہ شعر شعر نہ تھے۔ بلکہ محض تنگ بندیاں تھیں۔ لیکن ہم دونوں اُن تنگ بندیوں میں اتنی لذت محسوس کرتے تھے کہ شاید نشتر راج اپنے اعلیٰ درجے کے اشعار میں بھی اتنی لذت محسوس نہ کرتا ہوگا۔ اس طرح ہم نے کج بانی میں کم و بیش دس برس گزارے۔ میں دسویں جماعت کا امتحان پاس کر کے اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور چلا آیا۔ اور نشتر صاحب اپنے بڑے بھائی خان عبدالغفور صاحب کے پاس کوئٹہ چلے گئے۔ یہ میرے اور نشتر کے درمیان کامل مفارقت کا زمانہ تھا۔ جس میں باہمی خط و کتابت کا بھی کوئی رشتہ قائم نہ رہ سکا۔

کم و بیش دس برس کے بعد پھر نشتر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ جبکہ وہ روزنامہ وکیل امرت سر کے اسسٹنٹ ایڈیٹر تھے۔ اور میں حیدرآباد میں چار برس تک ملازمت کر چکنے کے بعد خدمتِ ملک و قوم کے لئے اخبار کے اجراء کی فکر میں تھا۔ ترکِ موالات کی تحریک

شباب پر مٹی۔ ہر طرف گرفتاریاں شروع تھیں۔ آئے دن اخباروں
 کی ضمانتیں ضبط ہو رہی تھیں۔ میرے مختص ترین احباب جن میں سے
 سید عبدالقادر شاہ، صاحب ایم۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور
 بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ مجھے اخبار کے اجراء سے روک رہے تھے۔
 اور میں شش و پنج کے عالم میں بے مقصد چکر لگا رہا تھا۔ اور جہاں جہاں
 عزیز۔ رشتہ دار اور دوست موجود تھے سیر کے لئے چلا جاتا۔ اس
 زلمے میں نشر کی نظمیں اور غزلیں مختلف اخباروں اور رسالوں میں
 برصغیر از شائع ہو رہی تھیں۔ اور میرے زاویہ نگاہ کے مطابق وہ
 بہت بڑے شاعر بن چکے تھے۔ میں ایک دیرینہ دوست اور رفیق کے
 زائر کی حیثیت میں "ویل" کے دفتر میں پہنچا۔ نشر صاحب کو اطلاع کرائی۔
 وہ باہر تشریف لائے۔ لیکن مجھے پہچان نہ سکے۔ میں نے نام بتایا۔ تو
 بے اختیار گلے سے لپٹ گئے۔ دس برس پیشتر کی صحبتیں تازہ ہوئیں۔
 اسی شام کو رام باغ امرت سر میں ایک مجلس خصوصی کا انتظام کیا گیا۔

اور ہم نے دس برس کے بعد پھر اسی کامل اور انقطاعی یکجائی کے عالم میں
چند گھنٹے گزارے جو سکول کی زندگی میں ہمارے گہرے تعلقات کی
عزیز ترین متاع تھی +

اس وقت سے لے کر آج تک الحمد للہ ہماری یکجائی غیر منقطع
طور پر قائم ہے۔ میں اپنے اخبار کا خیال چھوڑ کر ”زمیندار“ میں آ گیا۔
تو نشتر صاحب بھی ”وکیل“ سے ”زمیندار“ میں چلے آئے۔ ۱۹۲۷ء میں
”الغلاب“ جاری ہوا۔ تو اس میں تشریف لے آئے۔ لیکن روزانہ اخباروں
کی طبعی ہنگامہ خیزیاں کبھی بھی نشتر صاحب کے خالص ادبی مذاق کے لئے
خوشگوار نہیں رہیں۔ اور وہ ہمیشہ ایسے مشاغل کے خواہاں رہے ہیں۔
جن میں اُن کی ادبیت و شعریت زحمت و کشاکش ہنگامہ سے محفوظ
رہے۔ لہذا وہ ”الغلاب“ کو چھوڑ کر ”پھول“ ”تہذیب النساء“ ”ادب“
”حمایتِ اسلام“ اور ”تعلیم و تربیت“ وغیرہ کی ایڈیٹری کرتے رہے چونکہ
یہ سارا زمانہ لاہور ہی میں گزرا اس لئے ہماری یکجائی میں کوئی خلل

پیدائش ہوا۔ آج کل نشر صاحب فیروز پر ٹنگ و رکس میں شعبہ تصنیف تالیف پر مامور ہیں۔ ذاتی تعلقات کی دستان کو اس تفصیل و تشریح کے ساتھ سننے کی غرض محض یہ ہے کہ قارئین کرام پر واضح ہو جائے۔ کہ نشر کی شاعری کے دورِ طفولیت اور عہدِ بونوغ کی جزئیات سرگزشت سے جس قدر مجھے آگاہی حاصل ہے۔ غالباً نشر کے کسی دوسرے دوست کو حاصل نہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام پر مقدمہ لکھنے کا شرف مجھے حاصل ہوا ہے۔ اگرچہ میں ہانا ہوں کہ وسعتِ علم اور مہارتِ فن شعر کے لحاظ سے ان کے متعدد دوسرے دوست مجھ پر بدرجہا فائق تھے۔ اور اس لحاظ سے مجھ سبچ میرز کے مقابلے میں مقدمہ نگاری کے زیادہ اہل تھے۔

مجھے شروع ہی میں بلاتامل و اضح کر دینا چاہئے کہ اس تحریر کا مقصد یہ نہیں کہ کلامِ نشر کے متعلق کوئی مفصل و مبسوط بیان تیار کیا جائے۔ جس میں کلام کے تمام محاسن ترتیب کے ساتھ صف آرا ہو جائیں۔ نہ

یہ قہیدی سطور جو محض تعارف کی غرض سے مثالِ کتاب کی جا رہی ہیں کسی
 بسوط بحث کی محتفل ہو سکتی ہیں۔ اور نہ اس قسم مقدمات کا مدعا یہ ہونا چاہیے
 کہ اصل کتاب اور اس کے مضامین کے متعلق سلسلہ بحث و نظر کے رشتے کو زیادہ
 لمبا کیا جائے۔ میری غرض محض یہ ہے۔ کہ کلامِ نثر کے متعلق چند ضروری
 امور کو جو میری رائے کے مطابق اس کے نمایاں اور ممتاز خصائص ہیں سے
 ہیں۔ سرسری طور پر بیان کر دوں جنہیں کتاب کا مطالعہ کرنے والے اصحاب
 پیش نظر رکھیں گے۔ تو انشاء اللہ مقاصدِ کتاب کے سمجھنے اور متعین کرنے میں
 مفید و معاون پائیں گے۔

کلامِ نثر کے اس مجموعے میں جتنی نظمیں اور غزلیں ہیں۔ ان پر ایک
 سرسری نظر ڈال لینے سے بھی واضح ہو سکتا ہے کہ ہر قسم عنوانوں پر نظمیں موجود
 ہیں مثلاً خاص قومی نظمیں بھی موجود ہیں۔ اور مذہبی نظمیں بھی۔ قدرتی مناظر پر بھی
 مستعد نظمیں نظر آتی ہیں۔ اور اخلاقی مضامین پر بھی محض خیالی نظمیں بھی ہیں اور اہم و
 سبق آموز تاریخی واقعات کو بھی نظم کیا گیا ہے۔ قومی مضامین سے لبریز غزلیں

بھی ہیں۔ اور پرانے انداز کی عشیقہ غزلیں بھی۔ غرض اصنافِ شعر کا کوئی میدان ایسا نظر نہیں آتا جو نثر کے اشبہ فکر و خیال کی سبکداری سے بوجہِ دافر محفوظ نہ ہو۔ اور سب نطموں میں ظاہری و باطنی اور صوری و معنوی محاسن نمایاں ہیں۔ مثلاً فکر میں غلو ہے، تخیل میں ابندی ہے۔ زبان سادہ ہے لیکن ترکیب میں بدلت ہے۔ انداز بیان میں زبردستی ہے۔ بندش میں سختی ہے پھر عام اشعار میں ایک خاص جوش ہے۔ خاص کیف ہے۔ خاص اثر ہے۔ محاسن شعر کی یہ جامعیت نشتر کے کام کی پہلی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے میری رائے میں اس مجموعے کی تیاری حیثیت حاصل ہے۔

پھر ہمارے ہاں شعر عام طور پر دماغی تفریح، ذہنی تہنیش اور جذباتی لذت کا موقع بن گیا تھا لیکن نثر نے ہر مقام پر شعر میں تعلیمی اور افادہ رزگ پیدا کیا ہے۔ یعنی نثر کی ادبیت مردہ ادبیت نہیں بلکہ زندہ اور جاندار ادبیت ہے۔ جو سخت کوشی، جفاکشی، عالیٰ حوصلگی، ہمت، استقامت اور جنگی عزم کی تعلیمات سے معمور ہے۔ ہر قدم پر یہ درس موجود ہے کہ انسان کو بلاؤں کے طوفان، نازات

کے ہجوم اور مصیبتوں کی فراوانی میں ہر اسیمہ و پریشان نہیں ہونا چاہئے بلکہ مشکلات
 جتنی برہمستی جائیں۔ انسان کے قولے عمل میں اتنی ہی تندی۔ تیزی اور
 جوش پیدا ہونا چاہئے۔ گویا نشتر کا شاعر، محض کو بیوقوفی نہیں محض الفاظ
 کی دل خوش کن موزوں ترتیب نہیں محض حواس کی لذت اندوزی کا سرمایہ
 نہیں محض نغمہ آرائی نہیں۔ بلکہ زندگی کا پیغام ہے۔ افراد و جماعات کے لئے
 حیات کا درس ہے سخت کوشی و جفاکشی کی تعلیم ہے ہمت و ایثار کا سبق
 ہے۔ اور ان تمام اعلیٰ تلقینات کا مجموعہ ہے۔ جو افراد و جماعات کی سیرتوں
 اور کیرکٹروں کو بہتر اور پائندہ تر بنانے کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہیں۔
 نشتر کا عقیدہ ہے کہ بلاؤں کے سیلاب کا ہمت و راہ مقابلہ انسان کے
 جوہر حیات کو بچانے کی دولت سے سرفراز کرتا ہے۔ اور جو انسان مصیبتوں کے
 ہجوم میں ہمت ہار بیٹھتا ہے۔ وہ ہرگز انسان کہلانے کا مستحق نہیں۔ چند
 الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ نشتر کا سارا کلام نظیری ہے اس شعر کی تفسیر
 و تشریح ہے۔

گریزد از صفِ ماہر کہ مردِ غوغا نیست
کسے کہ گشتہ نشد از قبیلہٴ ماہر نیست

دورِ حاضر میں اردو اور فارسی ادبیات کے اندر اس بنیادی و اساسی انقلاب کا آغاز حضرت علامہ اقبال مدظلہ العالی کی ذاتِ گرامی سے ہوا۔ اور وہی اس انقلابی تعلیم کے سب سے بڑے شراح، سب سے بڑے مفسر اور سب سے بڑے داعی ہیں۔ میں یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا کہ نشر کے کلام میں تعلیم اسی جامعیت اور ہمہ گیری کے ساتھ موجود ہے لیکن اس میں کلام نہیں کہ حضرت علامہ اقبال کی اس مجتہدانہ دعوت کے انوار جس وسعت کے ساتھ نشر کے کلام میں جلوہ گر ہیں اس کی مثال غالباً دورِ حاضر کے کسی دوسرے شاعر کے کلام میں نظر نہیں آئے گی۔ تمام اصنافِ نظم میں نثر کی کیساں سبک سیری کے بعد شعر میں تعلیمی، افادی اور داعیانہ رنگ پیدا کرنا نشر کی دوسری بڑی خصوصیت ہے۔

نشر کے کلام کی تیسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں معنوی محاسن کی فراوانی کے ساتھ ساتھ ظاہری محاسن کے باب میں بھی خاص اہتمام ملحوظ رکھا گیا

ہے۔ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں کہ کلام اگرچہ بہت سادہ ہے لیکن اس میں ترکیب کی قدرت۔ انداز بیان کی ندرت اور بندش کی چستی ہر قدم پر نمایاں ہے۔ اور زبان ہر لحاظ سے محض صحیح و درست ہی نہیں۔ بلکہ عمدہ و حاضر کے مسلمات و صحت و حسن مذاق کے عین مطابق ہے۔ اور اہل زبان کے مسلمات و زبانہانی کے رومے بھی اس پر حرف گیری نہیں کی جاسکتی۔ یہاں تک کہ نشتر نے اپنے مجبورے میں ان اجازتوں سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا جنھیں دنیات کی اصطلاح میں "خصمت" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جو عرف عام میں "مرعات" کہلاتی ہیں۔ مثلاً سائے کلام میں "اور کو" اور "بر وزن فع" کہیں نہیں باندھا "دین" اور "خون" وغیرہ کو باعطف و اضافت اخفائے نون کے ساتھ کسی جگہ استعمال نہیں کیا۔ اصل فعل (آتا کھایا وغیرہ) اور صفت (نرالا۔ ترچھا وغیرہ) کے آخر کا الف کہیں نہیں گرایا۔ عربی و فارسی الفاظ کے حروف علت کا گرا کسی مقام پر بھی گوارا نہیں کیا۔ حالانکہ یہ تمام چیزیں عام طور پر جائز سمجھی جاتی ہیں۔ علاوہ بریں جن الفاظ و ترکیب کو اساتذہ فن "مترکات" قرار دے چکے ہیں۔ انھیں

کسی جگہ بھی استعمال نہیں کیا ۛ

ان حقائق کو ملحوظ رکھتے ہوئے بالکل کف کہا جاسکتا ہے کہ نشتر کا کلام جتنا بھی

پڑھا جائے بہر حال مفید نافع ہوگا۔ خیالات کے اعتبار سے اس میں جو کچھ ہے۔

اعلیٰ تعلیمی اور افادی رنگ کا مرقع ہے جس سے انسانوں کے کیرکڑ کی صحیح تعمیر میں

مدد مل سکتی ہے۔ اور جس سے افراد کے اندر اعلیٰ درجے کے اخلاقی محاسن پیدا ہو سکتے

ہیں۔ ایسے عمدہ خیالات کا مرقع بالکل کف بچوں بچٹیوں عورتوں اور مردوں کے

سامنے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اور قطعاً یہ اندیشہ دامن گیر نہیں ہو سکتا کہ اس کے مطالعے

سے کسی طبقے کی تعلیم یا تربیت میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے گی صحت نہ بان شستگی

انداز بیان اور حسن ترتیب الفاظ کے لحاظ سے بھی یہ مجموعہ بہت بلند پایہ ہے۔ لہذا

اس کا مطالعہ خالص ادبی اور لٹریٹری نقطہ نگاہ سے بہر حال مفید اور نفع بخش

ہی ہوگا۔ نقصان رساں بالکل نہ ہوگا۔ دواوین اشعار میں الفاظ و معانی اور ادبیت

تجذیل کے محاسن کی جامعیت بہت کمزور ہے جن جلیل القدر شعرا کے دواوین

کو صحت نہ بان میں درجہ استناد و اعتماد حاصل ہے۔ اُن کے افکار و خیالات کی حیثیت

زید و بلند اور محفوظ نہیں سمجھی جاتی۔ اور جنہیں قمریہ نے خیالات و افکار کی دولت سے خاص شرف بخشا ہے۔ ان کی زبان عموماً شائستہ اعتقاد و تصور نہیں ہوتی لیکن نشر کے کلام میں دونوں چیزوں کا پایہ یکساں حیثیت سے بلند ہے وہ خیالات کی اچھائی اور پاکیزگی کے ساتھ زبان کی اچھائی اور پاکیزگی کی دولت سے بھی مشرف سے یہی وجہ ہے کہ اس کے کلام کی افادہ حیثیت زیادہ مستکم اور محفوظ ہے۔ اس سے خدا خواستہ یہ مقصود نہیں کہ نشر کو موجود و یا گزشتہ اساتذہ و ائمہ فن کے مقابلے میں کھڑا کیا جائے۔ یا یہ ظاہر کیا جائے کہ نشر مرزبین شعر کی کوئی نادر اور یگانہ مخلوق ہے۔ حاشا و کلام مقصود محض یہ ہے کہ نشر کو اپنے عام مہسروں اور ہم مشربوں میں جو اختصاص و امتیاز حاصل ہے اس کا اظہار ہو جائے۔ باقی رہا یہ امر کہ شعر کی محفل میں اس کا مستقل مقام اور درجہ کیا ہے۔ تو اس امر کا فیصلہ آگے چل کر زمانہ خود کرے گا۔

مجتہدین فن روز بروز پیدا نہیں ہوتے بھرستی کا ند و جزر قرون اور صدیوں کے بعد کوئی ایسا گراں پایہ موتی اگلتا ہے جس کی تابش و صنیاع سے

انسانیت کے فکر و عمل کا جس از سر نو آرائش پاتا ہے۔ اس آرائش کو ایک خاص منبع خاص انداز اور خاص ہیمنے پر قائم رکھنے والے وجود بھی ہر روز مہیا نہیں ہوتے میری رائے میں نیشنل کالکٹ پہلی صنف سے نہیں۔ بلکہ دوسری صنف سے ہے یعنی فن شعر میں اس کا درجہ موسس کا نہیں۔ بلکہ محافظ کا ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی وہ یقیناً خاص قدر و منزلت کا مستحق ہے۔

میں اوپر عرض کر چکا ہوں۔ کہ اس مقدمے کا مقصد یہ نہیں۔ کہ کلام نیشنل پر کوئی مفصل و مبسوط بیان مرتب کیا جائے۔ مقصد صرف یہ تھا۔ کہ اس کلام کی چند اہم خصوصیات کے متعلق سرسری اشارات کر دیئے جائیں۔ جو اگر دورانِ مطالعہ میں قارئین کے سامنے رہیں گے تو بہر حال مفید و نافع ہوں گے۔

یہ مجموعہ کلام بصورتِ مرتب پہلی مرتبہ دُنیا کے سامنے آ رہا ہے نیشنل کے دوستوں اور محبتوں کی طرح میری بھی دلی آرزو ہے۔ کہ یہ ظہور اس کے لئے مبارک و مسعود ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے قبولِ عامہ کے کفایت سے مشرف فرمائے۔ اور ہر دلغیزی کی لگانہ نعمت سے سرفرازی بخشے۔ آمین!

دُعا

موسیٰؑ کو صبر۔ خضرؑ کو عسر دراز دے
 اے بے نیاز! مجھ کو دل بے نیاز دے
 تقدیر کائنات کو دیکھے جو بے حساب
 پروردگار! وہ نگہ عرش تاز دے
 صیادِ فتنہ گر کا نچھایا ہوا چہِ جال
 بالِ عُقاب و چکلِ حدِ شاہباز دے
 بحرِ بلا میں ڈوب کے نکھوں گہرِ بکف
 مجھ تفتہ دل کو وہ بگرِ غم گداز دے
 وہ آنکھ دے جو پھول میں خوشبو کو دیکھ لے
 اس جلوہ گاہ میں دلِ دانائے راز دے

اے حُسن! التفات کہ سرِ خرم کئے ہے عشق
 شمشیرِ ناز سے شرفِ امتیاز دے
 ظلمتِ گہِ عدم میں جو شمعِ حیات ہو
 وہ عشق کا شہِ رازہ ہستی گداز دے
 دُنیا میں قُربِ کُتبِ خضرِ نصیب کر
 عُقبیٰ میں طُلّ دامنِ شاہِ حجاز دے

فیراد

(سُورۃ ۲۰)

اے شاہِ عرب! اُٹھو۔ ہنگامِ اعانت ہے
 غرقابِ یمِ عصیاں اب کشتیِ اُمت ہے
 کمزور مسلمان ہیں اِحماد ہے زوروں پر
 اِس وقت بہت نازکِ اسلام کی حالت ہے
 مکہ کو۔ مدینہ کو اغیار نے آٹھیرا
 خطرے میں معاذ اللہ اِس وقت خلافت ہے
 دُنیا کی تنہا ہیں ہم دین کو کھو بیٹھے
 اب اپنی نگاہوں میں جو کچھ ہے وہ دولت ہے
 اسلام کا ذرہ بھی اب ہم میں نہیں باقی
 ہنستے ہیں نمازوں پر۔ قرآن سے نفرت ہے

مذہب سے گریزاں ہیں۔ فیشن کے ہیں دلداد
 توحید سے نفرت ہے۔ تثلیث سے الفت ہے
 اب مضحکہ اڑتا ہے ڈاڑھی پہ کھلبن روں
 مطعون مسلماناں آئین شریعت ہے
 ایمان فروشی پر تیار ہیں ہر لحظہ
 اصنام پرستی سے اس درجہ محبت ہے
 اندھیر مچایا ہے ملاؤں نے پیروں نے
 اسلام کے پردے میں الحاد سے الفت ہے
 خوش ہوتے ہیں بھائی کو یہ بھیج کے زنداں ہیں
 کیا ان کی اخوت ہے۔ کیا ان کی شرافت ہے
 بیگانہ آزادی ہیں اہل چمن ایسے
 مالی سے عداوت ہے گلچیں سے محبت ہے

رستے کے تھکے ماندے ہیں آبلہ پا بیٹھے
 منزل کی ہے دھن لیکن ہمت ہے نہ طاقت ہے
 جلّاد کا پیرا ہن ہے خون سے عنابی
 شاید کسی عاشق کا یہ روزِ شہادت ہے
 سُرخ آندھی اُٹھے گی اب خاکِ رہِ قاتل سے
 عاشق کی شہادت ہی پُر زور شہادت ہے
 لیلائے حکومت کل جس قوم پہ عاشق تھی
 خود آج وہ مشتاقِ لیلائے حکومت ہے
 کل جس کے غلاموں میں تھے قیصر و کسریٰ بھی
 آج اُس کے مقدّر میں افلاس ہے ذلت ہے
 اے شاہِ اُمم باللہ مرقد سے نکل آؤ
 رہبر کی ہے اب حاجتِ ہادی کی ضرورت ہے

سلامِ نیا

بہ حضورِ شاہِ حجاز صلی اللہ علیہ وسلم

[۱ اکتوبر ۱۹۲۵ء میں برادرِ محترم مولانا غلام رسول صاحب مہربانی۔ اے مالکِ مدیر
روزنامہ انقلاب نے جو اس زمانے میں زمیںدار کے ایڈیٹر تھے پہلی مرتبہ حجاز
مقدس کا قصد فرمایا تھا۔ اس قابلِ رشک تقریب نے اجابِ خاص کے حلقے پر
بے حد رقت انگیز کیفیت طاری کر دی تھی۔ اس لئے کہ ہر دوست اس سعادتِ عظمیٰ سے
شرف اندوز ہونے کے لئے بیتاب تھا جو خدائے بزرگ و بزرگ کے لطفِ خاص سے
مولانا مہر کو نصیب ہوئی تھی۔ مولانا مہر کے ساتھ ولیِ محبت کے جوش اور اس مبارک
سفر کی ولولہ انگیزئیوں کے وفور نے مولانا کے چار محبوب یعنی مولانا عبدالمجید خاں صاحب
سناک مولانا ابوالواثر حفیظ جالندھری۔ مولانا قاضی احمد خاں صاحب مسکیش
دُرّانی اور خاکسار کو بہ طورِ خاص متاثر کیا۔ اس ناثر نے عالم میں چاروں نے ”سلام“
لکھے جو سفر سے ایک روز قبل ایک پرائیویٹ صحبت میں اس التجا کے ساتھ مولانا
کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ کہ عقیدت و شیفقتی حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کے یہ ناچیز منظوم ہدیے انتہائی عجز و نیاز کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں پہنچا دیئے
جائیں۔ رستم الحروف کا یہ سلام اسی تقریبِ سعید کی یادگار ہے۔ نشر

۴ سلام اے رہرو راہِ حجاز
اے جہیں سائے در شاہِ حجاز
سلام اے گلِ بد اماں عندلیب
اے ترنم ریزِ گلزارِ حبیب
تُو ہے اُس وادی میں سرستِ حرام
جس کے ذرے ہیں خدا سے ہمکلام
جس کو محبوبِ خدا پر ناز ہے
عرش جس کا فرشِ پا انداز ہے
جس کا ہر کانٹا ہے جنتِ درکنار
کہکشاںِ افسرِ رُز ہے جس کا غبار

ہے جنوں انگیزند جس کی سرزمین
 جس کا ہر ذرہ ہے محلِ آفرین
 جس کے ویرانے ہیں رشکِ صد بہا
 حُسنِ فطرت کی جو ہے آئینہ دار
 جس کے صحرا ہیں سراپا جانِ عشق
 عقل نے باز دھا جہاں پیمانِ عشق
 جب رسائی ہو تری اے خوش گمراہ
 آستانِ سرورِ لولاکِ پیر
 عرض کرنا اک فقیہِ ربِّے نوا
 ہند کے زنداں میں ہے صیدِ بلا
 صرف غم ہے موردِ آلام ہے
 پائمالِ جوئے صبح و شام ہے

اشک ہے حسرت کششِ وانا سے راز
 زخمِ دل کو ہے تلاشِ چارہ ساز
 اک مسافر ہے مگر منزل سے دُور
 ایک کشتی ہے۔ مگر ساحل سے دُور
 ایک مجنوں ہے۔ مگر محفل سے دُور
 شمعِ روشن ہے۔ مگر محفل سے دُور
 اک چمن ہے باغباںِ نا آشنا
 ایک لبِ لبَلِ آشتیاںِ نا آشنا
 اک تصویرِ بے روا سے بے نصیب
 طُور ہے لیکن ضیا سے بے نصیب
 تحفہ شایانِ شاں کوئی نہیں
 پاس میں سے کرا مرغاں کوئی نہیں

اُوڑیے کر دامنِ تر میں ہے کیا
 قطرۂ اشکِ ندامت کے سوا
 چوم کر سنگِ درِ خیمہ الوریٰ
 میری جانب سے یہ کرنا التجا
 آرزوئے دید میں ہوں بے قرار
 اب ہوا تے ہند ہے ناسازگار
 اے خوش آں روزے کہ درِ شرب رسم
 مہر در آغوش می گرد دشبم
 مہرِ مالے یوسفِ کنگسانِ ما
 مہرِ مالے دروئے درمانِ ما
 ما کلیمائیم و تو سیناستی
 آفتابِ خاورِ دہلاستی

چوں شوی بر در گه شہ چہ سہ سا
 چوں رسی تا عز عہ رض مدعا
 یاد آور حسرت دیدارِ من
 یاد آور دیدہ خوبسارِ من
 باز آئی قاصدِ فرخندہ سیر
 مرثوۃ جال پرورے آری بنجیر

۴ قرآن اور مسلمان

تسائل کا بجائے منفرد خیالات، خواب گراں کب تک
 خمارِ باور غفلت کی یہ انگڑائیاں کب تک
 نگاہِ حق نگر سے دیکھ۔ کیسا رنگِ دوراں ہے
 تنازعِ لبقا میں ذرہ ذرہ گرم جولاں ہے
 گلِ مقصودِ بستانِ عمل میں جلوہ پیرا ہے
 یہی محلِ تجلی گاہِ لیلائے تمنا ہے
 ہے عبرت کا مرقع ہر ورق تاریخِ عالم کا
 بلند اقبال قوموں سے سبق لے نشو و نما کا
 ترے ایامِ ماضی رایتِ افرازِ شجاعت ہیں
 تری جانبا زیاں خود تیری سطوت کی شہادت ہیں

زمانے پر ہے روشن دولتِ صولتِ نشاں تیری
 فلک کو درسِ حیرت دے رہی ہے داستانِ تیری
 وہ کیا طرزِ عمل تھا۔ تیرا معیارِ نمو کیا ہے
 تدبیر کرتے اسلاف کیا تھے اور تو کیا ہے
 تجھے کیا یاد ہے فاروقؓ کی رسمِ جہاں بانی
 وہ محی الدین عالمگیرؒ کی تدبیرِ سلطانی؟
 جدھر دیکھو اُدھر جھنڈے گڑے ہیں انکی عظمت کے
 سلاطینِ زمنِ قائل ہیں اُن کی شان و شوکت کے
 مسلمان اور پھر محکوم۔ ایسا ہونہیں سکتا
 ہمارے اشیاء میں بوم۔ ایسا ہونہیں سکتا
 خبر بھی ہے ترا اقبال کیوں ادبار سے بدلا
 دمِ راحتِ فزا کیوں آہِ آتشبار سے بدلا

کلام اللہ کو رکھتا ہے تو نے طاقِ نسیاں پر۔
 رسولِ پاکؐ کے احکام سے غافل ہوا۔ بکسر
 یہ وہ قسزم ہے۔ رشکِ صد گہر ہے جس کا ہر قطرہ
 یہ وہ آئین ہے۔ صد سینا بکھ ہے جس کا ہر ذرہ
 سپہِ راج پر اُڑنے کی خواہش ہے اگر تجھ کو
 تو اٹھ۔ قرآن کی منزل میں پہلے جاوہ پیمابو
 چراغِ راہ ہر گمراہ کو تسلیمِ قراں ہے
 حقیقی زندگی کا راز اسی پر ہے میں نہاں ہے

تبیخ اور مسلم

مسلم

ایک شب تھا نغمۂ روح القدس فرووسِ گوش
 ناگہاں دل بن گیا جولاں گہ جوش و خروش
 دہلی و بغداد و غرناطہ کی یاد آنے لگی
 سینۂ امروز میں اُٹھنے لگا طوفانِ دوش
 پردۂ چشمِ تصور پر کھچی تصویرِ ہدر
 تبیخ حق سے جسمِ باطل ہو رہا تھا سرخ پوش
 تبیخ حق جوشِ طغی سے سرخوش کبیفِ خودی
 یوں کہا میں نے کہ اے سرابِ داریش و نوش

جب تراقبضہ تھا دستِ خالدِ جاں ناز میں
 تیری موجِ آبِ حقی صد قسزم و جیوں بدوش
 تُو ہوئی جس دم علم شیرِ خدا کے ہاتھ میں
 تیری برقِ افشائیاں تھیں ظلم سوز و امنِ کوش
 نامِ حق لے کر جو محمود و صلاح الدین اُٹھے
 اُڑ رہا تھا اوجِ رفعت پر ترا شہبازِ جوش
 دستِ مسلم میں تری باطلِ فگن جھنکار نے
 کر دیئے تھے مشرق و مغرب کے ہنگامے خموش
 اب وہی ہم ہیں۔ وہی تُو ہے۔ وہی اسلام ہے
 کیوں نہیں ہم فاقہِ مستانِ غلامی کو وہ ہوش؟
 سلطنت کی او تیری خواجہ تاشی کیا ہوئی
 برقِ ریزی۔ کفر سوزی۔ امنِ پاشی کیا ہوئی

۴۰ تنبیغ

نام کا ہے تُو مسلمان۔ ورنہ یوں ہوتا غلام؟
 تو ہی کہ شرمندہ معنی بھی ہے تیرا کلام؟
 مان بھی لوں میں اگر مُسلم ہے تُو۔ لیکن بتا
 مُسلم نامُ مسلم ہندی کو ہے کیا مجھ سے کام
 دینِ فطرت کو وبالِ دوش ہے تیرا وجود
 تُو بنا ہے آج ننگِ اُمتِ خیر الانام
 تُو مجھے بھولا ہے جب سے ہیں نے بھی چھوڑا تجھے
 اب ذرا ہو گوشِ برآواز۔ سُن میرا پیغام
 پردش پاٹی حکومت نے مری آغوش میں
 میرے ہی دم سے ہے قائم بزمِ ہستی کا نظام

میری شانِ نظم پر شاہد ہے انزلنا الحديد
 میرے قبضے میں ہے امن و صلح عالم کی زبام
 جلوہ گر ہے میری صورت میں الف اللہ کا
 ہر گداو شاہ کرتا ہے مجھے جھک کر سلام
 مقصدِ آئینِ فطرت کی ہوں میں آئینہ دار
 ربط و ضبطِ دہر ہے میرا وظیفہ صبح و شام
 میرے ہر جلوے سے ہے نیرنگِ عالم آشکار
 رزم میں خمیر شکن ہوں۔ بزم میں صہبِ اجمام
 میں وہی ہوں۔ آہ! لیکن تجھ میں وہ سجود نہیں
 تیرے ہاتھوں مٹ گیا اسلاف کا ناموس و نام

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط
 وانزلنا الحديد فيه باس شديد ومنافع للناس وليعلم الله من ينصركم ويثبت
 بالغيث ان الله قوي عزيز (سورة الحديد پارہ ۲۷)

وہ جہانگیری تری پنہاں ہوئی کس خاک میں
 جس سے ہنگامہ بپا تھا گنبدِ افلاک میں
 شوقِ سر بازی کہاں۔ وہ جوشِ ایمانی کہاں؟
 ہمتِ خالدؓ کہاں۔ وہ صدقِ سلمانؓ کہاں؟
 کیا ہوا وہ عزمِ فاروقی۔ وہ زورِ حیدری؟
 وہ شہیدِ کربلا کی روحِ تربانی کہاں؟
 بایزیدؒ و غزنویؒ کی ترک تازی کیا ہوئی؟
 اشہبِ اسلام کی وہ شانِ جولانی کہاں؟
 اب کہاں تیمورؒ و عالمگیرؒ و ابدالیؒ کا جوش؟
 عشقِ دینِ مصطفیٰؐ کی وہ فراوانی کہاں؟
 کیا ہوا ایمان کا وہ شعلہ الحاد سوز؟
 قلمِ توحید کا وہ زورِ طغیانی کہاں؟

جب خدا کی راہ میں تُو بے سہریکارتھا
 میرا قبضہ فتح گیتی کا علم بردار تھا
 میں پھری تجھ سے جو حق سے پھر گیا تیرا خیال
 عشق کے پھولوں کو کر ڈالا ہو س نے پامال
 خوفِ غیر اللہ جب تجھ پر مسلط ہو گیا
 چھا گیا تیرے مہِ اقبال پر ابرِ زوال
 تُو جو تھا یثرب کے ساقی کا گدائے آستان
 رُکشِ صد ساغرِ جم تھا ترا جامِ سفال
 آتشِ اسلام سے تُو تھا جو سینا در کنار
 تھا جہاں افسرِ زتیرا نیزِ ارجِ کمال
 دولتِ عشق شہِ لطیف کا دامن چھوڑ کر
 غیر کے آگے تُو پھیلانے لگا دستِ سوال

جب ہوئی ایماں پہ غالب ٹپک گیری کی ہوس
 حشر بن کر تجھ پہ ٹوٹا قمر ربِ ذوالجلال
 جب ترا دل ہو گیا بیگانہ روحِ جہاد
 ذرہ ذرہ بن گیا اک حلقہٴ دایم و بال
 سلطنت کے اوج سے قصرِ غلامی میں گرا
 بڑھ گئی عشقِ محمدؐ سے جو حُسنِ جان و مال
 یاد ہے تجھ کو کہ خیبر میں مری جھنکار تھی
 زخمِ ہائے قلبِ مومن کو نویدِ اندمال
 جو رہِ حق پر جہاد آرا ہو اُس کے ساتھ ہوں
 میں کفِ غازی میں اے مُسلمِ اخدا کا ہاتھ ہوں
 ہوں ازل سے انقباضِ بزمِ ہستی کی ایہیں
 میں کہیں زہرِ ہلاہل ہوں کہیں ہوں انجیہیں

کس کے بل پر دینِ فطرت کا علم ہے عرشِ بوس؟
 کس کا دم ہے حافظِ ناموس ختمِ المرسلین؟
 میں جو چمکی ترک کے ہاتھوں میں بن کر آفتاب
 صورتِ شبہم ہوئے کافورِ سب اعدائے دیں
 نجد کی وادی میں پھر شورِ سلاسل کی ہے گونج
 ساربانِ ناقۃِ لیسا ہے پھر قیسِ حنزیں
 میں بنی جس وقت زورِ بازوئے ابنِ سعود
 پیکِ یثرب نے سنایا مژدۂ فتحِ مبیں
 خون سے کس کے ہے عُنابی مراکش کی قبا؟
 گونج ہے کس کی فضا میں تابِ چرخِ مفتیمیں؟
 کھینچ کر مجھ کو گرا اعدا پہ جب عبدِ الکریم
 ہو گیا ہمدوشِ پرویں طرۂ اعزازِ دیں

دیدنی ہیں میرے + امن کی بہار افشائیاں
 رشکِ فردوسِ بریں ہے آج کابل کی زبیں
 دستِ نادر خانِ غازی میں ہوئی جب بے نیام
 میں بنی ناموسِ استقلالِ افغاں کی ایس
 ساقیِ ایراں ہے سرشارِ شرابِ لالہ فام
 آج ہے غورِ شید در آغوشِ خطِ ساگیں
 جب رضا خاں جادہ حق پر ہوا تیغِ آزما
 میں نے بخشی اُس کو فتح و عیش کی غلبہ بریں
 زینتِ اورنگِ حریت مراد مساز ہے
 میری ہر جھنکارِ طبلِ فتح کی آواز ہے
 عزمِ لا فاروق کا صدیقِ رضا کا قلب و جگر
 دیکھ لے جو رازِ ہستی کو وہ پیدا کر نظر

کھول دے گی عقدہ تقدیرِ شمشیرِ جہاد
 اور رکھ دے گی غلامی کے سلاسل کاٹ کر
 میرے بل پر مضربِ دُنیا کو دے پیغامِ امن
 ذرہ ذرہ کہ رہا ہے الامان والحد
 پر چسپمِ توحید اک عالم میں لہرانے لگے
 دینِ فطرت کی روایاتِ کہن کو تازہ کر
 ہے کفِ شمشیرِ حق شانہ کشِ زلفِ مراد
 محلِ دیں میں ہے لیلائے حکومتِ جلوہ گر
 آج تو کر دے جو اپنی زندگی وقفِ جہاد
 تیرے درپر ہوں جہیں فرسا جہاں کے تاجور
 نقبِ جاں سے مصطفیٰؐ کے عشق کا سودا تو کر
 قرنِ اول کے مسلمانوں کا دل پیدا تو کر

اُٹھ ذرا مانندِ خالدِ فاتحِ دوراں تو ہو
 صورتِ شبیرِ راہِ عشق میں تیراں تو ہو
 خاک ہو جائے گا جل کر خرمنِ الحاد و کفسہ
 آتشِ عشقِ نبی سے شعلہ در داماں تو ہو
 تیرے آگے سومانِ شرک کی ہے کیا بساط
 دل میں لیکن غزنوئی کا جذبہِ ایماں تو ہو
 ہو گلیمِ بندگی تیری قبائے خواجگی
 جوشِ ایمانی مثالِ بودر و سلمان تو ہو
 طوقِ وزنجیرِ غلامی کٹ کے گرجائیں ابھی
 جذبہِ اسلام لیکن سلسلہِ جنباں تو ہو
 نغمہٗ تکبیرِ نکلے سازِ ہستی سے ابھی
 دین کی مضراب سے تارِ نفس لرزاں تو ہو

میں ابھی بخشوں تجھے شان و شکوہ خسروی
 پاس تیرے عشقِ احمد کا مگر ساں تو ہو
 ذرہ ذرہ نورِ ایساں کے لئے بیتاب ہے
 آفتابِ ملتِ بیضا! ضیا افشاں تو ہو
 یہ خیرا بہ رُکشِ باغِ جنان ہو جائے گا
 نیرِ اسلام سے روشن جہاں ہو جائے گا

غزوہ حنین

ہو گیا مکہ میں جب پرچم اسلام بلند
 گونج اٹھی نعرۂ توحید سے پہنائے فضا
 جھوم کر ابر کرم نے گھر افشانی کی
 بھر گیا نور سے دامانِ سوادِ بطحا
 تھا عرب میں ابھی زوروں پہ مگر جوشِ عناد
 کفر اسلام سے آمادۂ پیکار ہوا
 جیشِ توحید پہ حملے کو اک ابنوہِ کشیر
 صورتِ سیلِ رواں جانبِ کعبہ نکلا
 اس سے آگاہ شہنشاہِ دو عالم جو ہوئے
 فوج کو حکم دیا جنگ کی تیاری کا

اٹھے جانتا ہر مسلمان کوئی بارہ ہزار
 آبروئے حرمِ پاک پہ ہونے کو فدا
 وہ ہوئے کثرتِ تعداد پہ سہواً مغرور
 گو سمجھتے تھے یکتہ نہیں مرغوبِ خدا
 شکر دیں نے کیا نعرہٴ تکبیر بلند
 کوچ کا حکم جو دربارِ رسالت سے ملا
 دورِ تکبیر سے تھرا اٹھے دشتِ دکھسار
 مٹے توحید سے سرشار ہوئے ارض و سما
 پہنچے کعبے کے فدا کار جو نزدیکِ حنین
 آگئی ان کے مقابل میں سپاہِ اعدا
 رنگ بگڑا نظر آیا۔ تو مسلمان بھاگے
 اُن پہ کفار نے حملہ جو کہیں گہ سے کیا

پھر مگر سنتے ہی پُر زور صدائے عباسؓ
 جو مسلمان جہاں بھی تھا وہیں سے پلٹا
 ہے کدھر فاسخِ خیبر؟ ہے کدھر حربِ کش؟
 یوں ابو جریول بد بخت گرج کر بولا
 جب علیؓ شیرِ خدا نے یہ سنا۔ لکائے
 ہاں۔ خبردار۔ سن بھل۔ فاسخِ خیبر آیا
 کہ کے تکبیر کیا حیدر کر آ رہا ہے وار
 کر دیا تیغِ ید اللہ نے سرتن سے جدا
 پڑ گیا تہلکہ۔ کفار کے چھکے چھوٹے
 موت کے گھاٹ جو اُن کا یہ بہادر اُترا
 پاؤں کفار کے اکھڑے۔ تو ہوئی اُن کو شکست
 فتحِ اسلام کا بجھنے لگا ہر بُوڈ نکا

جب شہ دیں^۲ نے کیا مالِ غنیمت تقسیم
 جو تھے نو مسلم۔ انھیں سب سے زیادہ بخشا
 بعض انصار نے شکوے کی زباں جب کھولی
 بعد تحقیق لبِ پاک سے ارشاد ہوا
 ”بہر تالیفِ ثلوب ان سے کیا ہے یہ سلوک
 تاکہ ہو جائیں وہ اسلام کے سچے شیدا
 ہو نہ مایوس کہ تم ساتھ لئے جاتے ہو
 ایسی اک چیز جو ہے نقدِ دو عالم سے سوا
 خود ہی میں ساتھ تمھارے ہوں گروہ انصار!
 دل کی ٹھنڈک تو مری آنکھ کا تم ہو تارا
 مال جن کو ہے ملا۔ وہ تو ہیں مانند لباس
 تم وہ کرتہ ہو جو ہر دم رہے سینے سے لگا“

اللہ اللہ ان الفاظ میں کیا تھا اعجاز
 صف انصار سے طوفان مسرت اٹھا
 ہو گئیں اشک فشاں جوشِ طرب سے آنکھیں
 عرض کی سب نے کہ اے بادشہ ہر دوسرا
 شکوہ سنخوں کی خطا کیجئے اللہ معاف
 ہم کسی چیز کے خواہاں نہیں حضرت کے ہوا
 آپ ہیں ساتھ ہمارے۔ تو غنی ہیں ہم لوگ
 ہے فزوں دولت کو نین سے ذات والا
 ان کو حصّے جو ہمارے بھی عطا فرمادیں
 پھر بھی واللہ نہ ہرگز ہو کسی کو شکوہ
 کوئی خدشہ تھا اگر دل میں تو خدشہ تھا یہی
 کہیں مکہ میں نہ رہ جائیں ہمارے مولا

نوید اسلام

ظلمتِ شب ہو گئی کا فور۔ نکلا آفتاب
 آج ہر ذرہ بنا ہے شمعِ امین کا جواب
 نور کی موجوں کا گوارہ بنی آغوشِ نیل
 جنتِ نظارہ کا گلچیں ہو اے سرشارِ خواب
 ریگ زارِ یاسِ نخلستانِ راحت بن گیا
 ہمکنارِ لیلیٰ مقصود ہے ہر شیخ و شاب
 سوزِ پیہم۔ اضطرابِ جادواں ہے زندگی
 ہے حیاتِ آموزیہ ہنگامہ پرور انقلاب
 بحرِ طوفانِ خیز کی موجوں سے ہو گرم ستیز
 ہے اگر تجھ کو تلاشِ گوہرِ خورشید تاب

ہے دم تیغِ حوادثِ ساحلِ آبِ حیات
 پھر تجھے کیوں ہے خضر کی جستجو میں خطر اب
 پرورش پائی ہے جس نے تیغ کی آغوش میں
 زندہ جاوید اُس غازی کو ملتا ہے خطاب
 تجھ کو بے پردہ نظر آجائے تقدیرِ جہاں
 خونچکاں سوزِ دروں سے ہو اگر چشمِ پر آب
 فقر کا ہو تاج سر پر سلطنتِ زیرِ قدم
 ہو نمایاں تیرے ہر ذرے سے شانِ بوتراب
 تیری ہر رگ میں جہادِ حیدری کا جوش ہے
 خون کی موجوں کا تو پروردہ آغوش ہے
 کھول کر چشمِ بصیرت دیکھ نیرنگِ جہاں
 ذرے ذرے میں نہاں ہے زندگی کی داستان

کار فرما ہے جس ان آب و گل میں اتحاد
 ہیں اسی بنیاد پر قائم زمین و آسماں
 قوم کے ہر فرد کو تنظیم کا پیغام دے
 ہے اسی مٹی سے تعمیرِ حیات جاوداں
 فرقہ بندی کا مرض پھیلا ہے تیری قوم میں
 اٹھ ذرا اپنی خبر لے لے سجاتے زماں!
 طائرِ فطرت نوا! آزاد رہنا ہے اگر
 گلستانِ اخوت میں بنالے آشیاں
 دانوں سے خرمن کی۔ ذروں سے ہے صحرا کی نمود
 قطرہ قطرہ مل کے بن جاتا ہے بحرِ بیکراں
 آہ! تو نے ان کو وقفِ طاقِ نسیاں کر دیا
 اتحاد و نظم ہیں اسلام کی روح و رواں

غیر تو عامل ہوئے اسلام کے احکام پر
 اور تُو اب تک گرفتارِ طلسمِ این و آن
 فرقہ آرائی پیامِ مرگ ہے تیسرے لئے
 ایک ہو جا۔ چھوڑِ بحثِ رنگ و نسل و خاندان
 ظلمتِ آبادِ جہاں تجھ سے ضیا اندوز ہو
 آفتابِ ملتِ بیضا ! افقِ فہرِ زہو
 اے علمِ فہرِ زحق ! نظمِ جہاں کے راز داہا
 آج کیوں بھولے ہوئے ہے دینِ فطرت کا شعاع
 دعوت و تبلیغِ حق تیرا ہے فہرِ ضِ اولیں
 گرمِ جولانِ عرصہٗ عالم میں ہو لے شہسوارِ ابرا
 کفرِ زارِ دہر کو ہے جوئے ایمان کی تلاش
 گلستاں بننے کو ہیں بیتاب دشت و کوہسار

کر بلا کی خاک ہے فریادیِ خونِ حسینؑ
 حیدرِ کراڑ کے مسک پہ چسل مردانہ وار
 پھونک دے ایوانِ باطلِ برقیِ اللہ سے
 اور قصرِ حق پرستی کی بنا کر استوار
 ہمکنارِ سارِ مقصود ہونا سہل ہے
 جب ہوا کا رخ موافق ہو مقصد سازگار
 لطف جب ہے موج سے کشتی گریباں گیر ہو
 بحیرے پایاں ہو طوفانی۔ فضا تاریک و تاریک
 ہو اسی پیکار میں لذت کشی جاہِ امت
 زندگی کی جان ہے غافل! یہ پیہم لیس و وار
 اٹھ دکھا گم کردہ راہوں کو صراطِ مستقیم
 اک زمانے کو ہے میر کا رواں کا بہتظار

طالبانِ حق کو اے ساقی! صلائے غلام دے
 تشنہ کاموں کو مئےِ نخبِ سائہِ اسلام دے
 دیرِ گردوں نے ورقِ اُلٹا کتابِ دہر کا
 ذرے ذرے ہیں ہے اک ہنگامہِ محشرِ بیا
 دردِ حریت سے موت آئے۔ تو ہے رشکِ حیات
 برق سے پاتا ہے نخیلِ زندگی نشو و نما
 تو ہے اے مسلم! امینِ رازِ تقدیرِ جہاں
 مشرق و مغرب ہیں تیرے آستانِ پر جہہ سا
 اے نویدِ امن! آزادی کے پیکِ خوش خرام!
 اک جہاں کو زندگی کے راز سے کر آشنا
 جستجوئے حق میں اک دُنیا ہے وقفِ اضطراب
 رہنما کا ہے نشانِ کوئی۔ نہ منزل کا پتا

منزلِ مقصود پر پہنچا انھیں اے ہمنفس!
 خضرِ رہ ہے قافلے والوں کو تیرا نقشِ پا
 دعوتِ سراں وہی دیتا ہے اک عالم تجھے
 جنبشِ بالِ ہما ہے تیرے گلشن کی ہوا
 کفر کا محکوم ہو سکتا نہیں ایماں کبھی
 تیرے تن پر زیب دیتی ہے حکومت کی قبا
 اس جہانِ کمنہ کی تعمیر کو دیران کر
 رکھ نئے انداز سے اک اور دُنیا کی بنا
 آنے والے! آئے زمانے کی امامت کے لئے
 مضطرب ہیں تیرے شیدائی زیارت کے لئے

اسوۂ شبیرؑ

اٹھ۔ جذبہ اسلام دکھا مردِ مسلمان !
 ہاں سر سے کفن باندھ کے آجا سرسیدیاں
 ایمان سے پھر کفر ہوا برسرِ پیکار
 کر ابرہنی فوج کا شیرازہ پریشاں
 شبیرؑ کی مانند کٹا عشق میں گردن
 ہو بندہ تسلیم۔ فدا کر جگر و جاں
 ایشار کا لے درس حسینؑ ابنِ علیؑ سے
 بیچ اپنے لہو سے چنستانِ شہیداں
 رکھ پیشِ نظر اسوۂ شبیرؑ کو پیہم
 سر جاتے تو جائے نہ جھکے پرچمِ ایماں
 اے عاشقِ یزداں !
 اے عاشقِ یزداں !
 ہشیار ہو ہشیار
 اے عاشقِ یزداں !
 کر دین کو روشن
 اے عاشقِ یزداں !
 محبوبِ نبیؐ سے
 اے عاشقِ یزداں !
 ہر لحظہ ہر دم
 اے عاشقِ یزداں !

ہے راہِ جنّاں راہِ شہادتِ گمراہِ اسلام
 ہے لختِ جگرِ خونِ دلِ اسِ راہِ کاسا ماں
 ہوا سرِ ہیں سب کا گم
 اے عاشقِ یزداں !
 ہونو گلِ پوش
 اے عاشقِ یزداں !
 شمشیر کا دامن نہیں ہے خود کی آغوش
 جینے کی تڑپ ہے۔ تو رہ دیں یہ ہو قرباں

عیدِ قربان

ہو شہیدِ رہِ اسلام کہ ہے کام یہی
 عیدِ قربان کا مسلمان کو ہے پیغام یہی
 سرِ تسلیم ہو ختم حکمِ خدا کے آگے
 شانِ مسلم ہے یہی۔ معنی اسلام یہی
 دل براہِ سیم کا۔ مسلک ہو ذبیح اللہ کا
 قصرِ ملت کے ہیں دیوار و درو بام یہی
 پھر اُسی مسلکِ دیرینہ کو تازہ کر دے
 زندگی کا یہی آغاز ہے انجام یہی

بیللی عید سے وابستہ ہے جس کا دامن
 بسملِ خنجرِ اسلام ! وہ ہے شامِ یہی
 دل و جاں شاہدِ اسلام پہ قُرباں کر دے
 کفر کو نعرۂ ایماں سے گریزاں کر دے

۲۲۹ء کی عیدِ قرباں

عیدِ قرباں ہو مبارک تجھے اے مسلم زار!
 دیکھ۔ ہر سمت مسرت کا کھلا ہے گلزار
 پتلیاں عیش کی ہیں تارِ نظر پر رقصاں
 آج فردوسِ بدامن ہے نگہ کا داماں
 عیدِ نظارہ ہے کیا منظرِ جذبِ اسلام
 جنتِ گوشِ خستہ دو جہاں کا ہے کلام
 علمِ افسرِ مساوات ہے آئینِ نماز
 یہ وہ مرکز ہے۔ جہاں ایک ہیں محمود و اباز
 جاذبِ دل ہے اخوت کا سہانا منظر
 بھائی آپس میں گلے ملتے ہیں خوش ہو ہو کر

صورتیں نختہ توحید کی تفسیریں ہیں
 متکلم یہ مساوات کی تصویریں ہیں
 تجھ کو معلوم ہے کیا مقصدِ عبیدِ قرباں؟
 تو سمجھتا ہے یہ میلا ہے کوئی لے ناداں!
 یہ تو آئینِ براہیم کا آئینہ ہے
 اور تر بانی و ایثار کا گنجینہ ہے
 غوطہ زن ہو۔ دُرِ مقصود میسر ہوگا
 بہ رہا ہے ترے گھر قلمِ تسلیم و رضا
 عشرتِ عبید میں مستِ مٹے پندار نہ ہو
 ہمنفس! دامِ تخافل میں گرفتار نہ ہو
 دیکھ۔ کیا ظلم ہوا ہند کے غنخواروں پر
 اور حریتِ ملت کے پرستاروں پر

مادرِ مہند کے فرزند ہیں مجبوسِ بلا
 آتے دن ان پر مشقت ہے نئی ظلمِ نیا
 طالبِ حق بھی خطا وار ہے۔ اللہ اللہ
 کیسی عادل مری سرکار ہے اللہ اللہ
 طلبِ حق میں جو پابندِ سلاسل ہوگا
 بالیقین لیلیٰ اُمید سے واصل ہوگا
 کیوں جفاکاریِ محکامِ کافِ پادی ہے
 جیلِ نمانہ ہے کہاں منزلِ آزادی ہے
 نوبتِ شہیدیں تو آگیا پڑا سوتا ہے
 کچھ خبر بھی ہے۔ یلبار میں کیا ہوتا ہے
 ظلم کے تیر برکتے ہیں مسلمانوں پر
 بجلیاں گرتی ہیں ان سوختہ سامانوں پر

اُف! اکدھر سے چکر دوڑ صدا میں آئیں
 ہونہ ہو مابلوں پر تازہ بلا میں آئیں
 کون چلاتے ہیں اُف! کن کے ہیں یہ نختِ جگر
 آہ! دیکھا نہیں جانا یہ بھیا نک منظر
 خانہ بردوش ہوئے۔ موروں بیداد ہوئے
 زندہ در گور ہوئے۔ خستہ و برباد ہوئے
 حیف صد حیف ترے گھر میں جلیں گئی کے چراغ
 اور ٹرکی کے مسلمان ہوں محروم فراغ
 آج ٹرکی میں ہے ہنگامہ محشر بر پا
 گوشے گوشے سے چلی آتی ہے ماتم کی صدا
 چپہ چپہ ہے مسلمان کے لہو سے گلِ بدوش
 ذرہ ذرہ نغم و ماتم سے ہے تابوت بدوش

اہل یوناں نے وہ جُنکوں پہ کئے ظلم و ستم
 وقتِ تحسیر لرزتا ہے مؤرخ کا قلم
 گاؤں کے گاؤں جلا کر کئے ویران و تباہ
 عورتوں پر وہ جفائی کی کہ عیاذاً باللہ
 مسجدیں کی ہیں شہیدانِ ستم ایجادوں نے
 ٹکڑے بچوں کے اڑا ڈالے ہیں جلاؤں نے
 حق سے الفت ہے۔ تو بھائی کی مدد کر مُسلم !
 پاس ملت ہے۔ تو بھائی کی مدد کر مُسلم !
 نا خدا آپ خدا سیلِ شبِ تار میں ہے
 کیا خطر کشتیِ اسلام جو منجھار میں ہے
 پیروی کر کے دکھا سُنّتِ سجادِی کی
 آزمائش ہے ترے جذبہ آزادی کی

پاک داماں ہے جو تُو۔ خوف ہے کیا زنداں کا
 یاد ہے خوب تجھے قصہ میرکنگھاں کا
 آج ہے پیشِ نظر مسئلہ موت و حیات
 راہ پُر خار ہے۔ پھسلے نہ کہیں پاتے ثبات
 حسبِ منشا نہیں حالات۔ تو خود پیدا کر
 رکھ بنا قصہ زمانہ کی بانداں و گدگد
 زندہ رہنا ہے اگر۔ غافلِ قرآن ہو جا
 غیبِ کر۔ شاید اسلام پر قرباں ہو جا

عالمگیرِ عظم

اے نگینِ خاتمِ تیمور! بخشِ گورگاں!
 شوکتِ اسلام! محی الدین! شیرِ ہندوستان!
 تیری سطوت سے لرزتے تھے درو دیوارِ ہند
 اے امامِ غازی! اے کارواںِ سالارِ ہند
 دشمنوں کو تھی تری تلوار پیغامِ اجل
 قہر تھا اٹھتے تھے جس کے خوف سے دشت و جبل
 تو پھرتا جنگ میں شیرِ نیستان کی طرح
 اور لڑتا رستم و سام و زریاں کی طرح
 کفر زارِ ہند کو بج اٹھا تری بکبیر سے
 شانِ مسلم عرش پر پہنچی تری شمشیر سے

جیشِ حق بڑھتا تھا جب باطل کے استیصال کو
 فتح و نصرت دوڑتی آتی تھی استقبال کو
 تو وہ تھا بہا نواز۔ وہ سرشارِ صہبائے حجاز
 بلخ میں جس نے پڑھی تیروں کی بارش میں نماز
 کم سنی میں اس قدر شہ زور تھا۔ بیابک تھا
 آگرہ میں مست ہاتھی سے ہوا جنگ آزما
 بارگاہِ عدل میں یکساں تھے آقا و غلام
 غازیہ روئے حکومت تھا ترا حُسن نظام
 تو روا داری کا پس کر تھا۔ تعصب سے بری
 شاہدِ عادل ہیں تیرے واقعاتِ زندگی
 ظلم کی تہمت تراشیں تجھ پہ گو اعدائے دیں
 ہے مگر تاریخ تیرے حق میں بُر مان نہیں

باغ ویراں کر نہیں سکتی صدائے بوم و زاغ
 بجھ نہیں سکتا کبھی پھونکوں سے سورج کا چراغ
 یادگارِ تیرنِ اولِ مٹی گلہ دوزی تری
 اللہ اللہ یہ شہنشاہی تھی۔ یہ روزی تری
 طاعتِ حق۔ خدمتِ مخلوق تیرا کام تھا
 مختصر یہ ہے۔ کہ تو اک پیکرِ اسلام تھا
 بحرِ علم و فضل کا تو گوہرِ نایاب تھا
 اور گردِ دینِ عمل کا مہرِ عالمِ تاب تھا
 زیب اور نگِ محاسنِ تیری ذاتِ بے ریا
 ہند کے شاہانِ مسلم ہیں ترا ثمانی نہ تھا
 تو نے روشن کی دلِ مسلم ہیں ایسی شمعِ دیں
 تندیِ بادِ حوادث سے جو بجھ سکتی نہیں

اسوۂ اخلاق تیرا کیا تجلی بار ہے
 ملتِ بیضنا تیری تقلید میں سرشار ہے
 ابرِ رحمت تیرے مرقعہ پر گہرِ باری کرے
 حشر میں شانِ کریبی ناز برداری کرے
 تیری روح پاک پر ہو تسلّ دامنِ رسولؐ
 خادمِ اسلام! اے فخرِ غلامانِ رسولؐ!
 زینتِ تختِ حکومت ہیں جو مُسلم تاجدار
 مسلکِ اورنگِ زیبی پر اگر ہوں استوار
 اُمتِ مرحوم کی قیمت بدل سکتی ہے آج
 جو قضا منڈلا رہی ہے سرپٹل سکتی ہے آج
 مُسلم غازی! حریفِ گردشِ تقدیر بن
 توڑ کر رکھ دے صفِ الحادِ عالمگیر بن

۴ سلطانِ دکن

دہلی! ہو مبارک تجھے یہ اوجِ مقدر
 آباں ہے اُفق پر ترے امید کا اختر
 رشکِ مہِ انور

یعنی ترے مہاں ہوئے عثمان علی خاں
 سلطانِ دکن - آصفِ ہفتم - - - - -
 روشن گریباں

جو علم ہے جو فن - یہیں پھولا ہے - پھلا ہے
 ہارونِ رشید آپ کو کہتے تو بجا ہے
 بے شبہ بولے

گھوارہ اُردو ہے اگر گلشنِ دہلی
ہے آپ کی ذات اس کی نگہدار و مرتبی
آغوشِ ترقی

ہر ہندو و مسلم ہے ثنا خوانِ حکومت
العظمتہ اللہ یہ ہے شانِ حکومت
یہ آنِ حکومت

اللہ ریاست میں یہ اصلاح و ترقی
گردوں نے یہ رفعت نہ سنی اور نہ دیکھی
با ایں ہمہ پیری

اخلاقِ حمیدہ حدِ تعریف سے بالا
فخر آپ پہ کرتی ہے بجا ملتِ بیضا
اے دین کے شیدا!

دل آپ کا عشقِ شہِ کونین کا مسکن
ہمدردیِ اسلام ہے آفاق پہ روشن
اے قوم کے ماں!

موجود محاسن ہیں غرض آپ میں سارے
مخدوم بھی۔ محبوب بھی ہیں آپ ہمارے
ہیں جان سے پیار

ہر لحظہ دُعا ہے کہ رہیں آپ سلامت
ہو رُو بہ ترقی یہ کجتمسل یہ حکومت
تا روزِ قیامت

اعدائے بد اندیش ہوں رسوا و نگو نثار
احبابِ وفا کیش مٹے عیش سے سرشار
مقصود سے دوچار

۲ بانگِ درا

جو مُسلم ہے تو ہمنگِ شہیدِ کربلا ہو جا
 جو عاشق ہے تو معشوقِ خلافتِ پر فدا ہو جا
 عمر کے واقعاتِ زندگی کا باندھ شیرازہ
 صلاح الدینؒ و خالدؒ کا ہو آئینِ کہنِ تازہ
 بھٹکتا کس لئے پھرتا ہے سودائے حکومت میں
 عمل کا درس جاری کر دبستانِ محبت میں
 جمودیت کے قالب میں وہ موجِ برق ہو پیدا
 کہ لوہا مان جائیں سب تری شمشیرِ ہمت کا
 جو شوقِ منزلِ مقصود میں تُو جادہ پیا ہو
 تو مقرضِ کفِ پا قاطعِ دامنِ حسد ہو

منہ سے نیر اُٹھیں۔ چھیلادے زمانے میں
 ہے اک خرمن نہاں کشتِ عمل کے دانے دانے میں
 عمل کے پر لگا کر بازوؤں میں چرخ پیسا ہو
 نکل تحت الشری سے اور ہمدوش تریا ہو
 صدائے حق سے ہر گوشِ گراں کو آشنا کر دے
 فضائے دہر میں ہنگامہ محشر پہا کر دے
 جو ہر تارِ نفس تارِ بابِ شوق بن جائے
 سرور و نشیں سُن سُن کے دُنیا وجد میں آئے
 اگر تو مدعی ہے منبسط کالِب پر فغاں کیوں ہے
 گلہ کر اپنے دل سے۔ شکوہ سنج آسماں کیوں ہے
 تجھے کیا ڈر جو کشتی میں کوئی پوشیدہ دشمن ہے
 ترا ہر موجِ بحرِ عمل طوفاں بد امن ہے

ذرا پھر چھیڑ مضرابِ عمل سے سازِ ہستی کو
 بنا ہنگامہ زائغِ غمہ اس سنسان بستی کو
 تجھے کیوں صورتِ موسیٰؑ تجلی کی منت ہے
 تری مٹی کے ہر ذرے سے برقی طور پیدا ہے
 افق افروز وہ نکلا ستارہ صبحِ عشرت کا
 یہ اک پیغام بر گویا ہے خورشیدِ سعادت کا
 پتہ منزل کا دے گا گمراہوں کو رہنما ہو کر
 مرا ہر شعر گونج اٹھے گا آوازِ دراہو کر

پیغامِ عمل

اُٹھ۔ سبکِ کامِ عمل ہو جادۂ تدریس میں
 وقت کب تک کھوئے گا تحسیر میں تقریر میں
 لطمۂ موجِ حوادث سیلی استاد ہے
 گوش بر آواز ہو۔ بھولا سبق کچھ یاد ہے؟
 ہے اگر تلخیِ فراقِ شاہدِ مقصود میں
 منہمک ہو جستجوئے نعمتِ مفقود میں
 جستجو ہی جب نہیں۔ پھر ناشکیبائی ہے کیوں
 یہ اُمید و بیم کی ہنگامہ آرائی ہے کیوں
 کس لئے خوفِ عدو سے لرزہ بر اندام ہے
 کیا نہاں چینِ جبین میں بھی کوئی مصمصام ہے؟

کیوں ہے زندانِ مصیبت میں تو آتشِ زیرِ پا
 امتحانِ وقت کی ہر بات سہی صبرِ آزما
 قالبِ یادِ شہیدانِ خون سے گلِ پوش ہے
 ذرۂ تیری خاک کا صد طور و آغوش ہے
 سوزِشِ پروانہ دیتی ہے تجھے درسِ وفا
 وصلِ شمعِ آرزو میں جان تک کرے فدا
 آہ! تو دُوی کشِ صہبائے جامِ غیر ہے
 اپنے ساتی سے مگر بیگانگی ہے۔ بیر ہے
 رات گزری۔ سوچکا بہرِ خدا ہشیار ہو
 دھوپ آئی۔ خوابِ غفلت سے بس اب بیدار ہو
 رہروانِ زندگی کی تیز رفتاری تو دیکھ
 محشرِ نظم و عمل کی گرم بازاری تو دیکھ

جو ہوتے ہیں لذتِ ذوقِ عمل سے آشنا
 آگے بڑھ کر خنجرِ قاتل پر رکھتے ہیں گلا
 پہنچ لے خونِ جگر سے کشتِ زارِ مدعا
 بجلیوں کے دم سے ہے اس باغ کی نشوونما
 یہ کہوں کیونکر کہ روحِ زندگی بٹخے میں نہیں
 نامِ چمکے جس سے وہ تابندگی بٹخے میں نہیں
 ذوالفقار اب بھی ہے لیکن آہِ ازنگ آلود ہے
 آئندہ تنظیم کا یکسر غبار اندود ہے
 منزلِ آپ آئے گی چل کر بادیہِ پیمیا تو ہو
 سلطنتِ زیرِ قدم ہوگی جہادِ آراتو ہو

بیدار ہو مُسْلِم!

بیدار ہو۔ بیدار ہو۔ بیدار ہو مُسْلِم! بیدار ہو مُسْلِم!

اے مُسْلِم ہندی! ترا اسلام کدھر ہے
کچھ پاس محمدؐ کا نہ اللہ کا ڈر ہے
اک کفر کا شکر ہے کہ آمادہ شر ہے
خطرے میں ہے تانوسِ نبیؐ تجھ کو خبر ہے؟

اُٹھ۔ سر سے کفن باندھ کے تیار ہو مُسْلِم! بیدار ہو مُسْلِم!
بیدار ہو۔ بیدار ہو۔ بیدار ہو مُسْلِم! بیدار ہو مُسْلِم!

ہنگامہ محشر حق و باطل میں ہے برپا
ہر ذرہ ہوا آج ترے خون کا پیاسا

ہر سمت ہے گوموج زن اک آگ کا دریا
کیا خوف کہ پر دروہ سے تُو آتش و نوح کا

یہ حشر کا مہمبہ ان ہے۔ ہشیار ہو مُسلم!
بیدار ہو۔ بیدار ہو۔ بیدار ہو مُسلم!
بیدار ہو مُسلم!

ہاں عشقِ محمّد کا ذرا سوز دکھا دے
باطل کدّہ دہر میں اک آگ لگا دے
اے آتشِ دین! شرک کے خرمن کو جلا دے
ہر دشت میں وحدت کا چمن نزار کھلا دے

توحید و رسالت کا علم دار ہو مُسلم!
بیدار ہو۔ بیدار ہو۔ بیدار ہو مُسلم!
بیدار ہو مُسلم!

کس زور سے اُٹھے وہ سیلابِ فناء دیکھ
موجوں کا وہ شور اور وہ تار یک فضا دیکھ

وہ کام نہنگ اور وہ گرداب بلا دیکھ
دل ڈوب نہ جاتے کہیں اے مردِ خدا دیکھ

اس بارِ مخالف سے خبردار ہو مُسلم !
بیدار ہو۔ بیدار ہو۔ بیدار ہو مُسلم !

بیدار ہو مُسلم !

بیدار ہو مُسلم !

صاحبِ معراج

اے آنکہ ذاتِ تو سببِ خلق کائنات
 یک پر تو تو چہرہ برافروزشِ جہات
 قرآنِ پاک مجزۂ بے مثال تو
 اے اُمّی کہ از تو فصیحانِ دہرات
 شننائے لا الہ و ہدی چو در حجاز
 یکسر بیاورفت صنم زارِ کائنات
 از خاکِ کفر دانہ اسلام بکشید
 لبریز شد ز غرہ توحید سنو سات

گفتارِ شست چشمه تنه یب خلق را
 کردارِ شست خضر در مینِ لیلِ حیات
 بَعْد از خندِ ابروِ گز توئی قصه مختصر
 ای لطفِ غامِ توبه جلالِ مَرْدِ نجات
 هر دو زودند سرف به حسنِ ایل و لیل
 موسی ز هوش رفت بیک جلوه صفات
 تو عینِ ذاتِ منی نگری در تبسمی

۱۰ اٹھ مسلم غیور!

اٹھ مسلم غیور! شجاعت شعار کر
 شیرِ خدا کا طرزِ عمل اختیار کر
 کیوں فوطِ غم سے آنکھ تری دجلہ پریز ہے
 خونِ جگر سے بیتِ عزتِ لالہ نزار کر
 جو ہر دکھاوے دستِ مساوات و عدل کے
 دامنِ امتیاز و جفا نثار کر
 دل میں جو ہے تلاطمِ جذباتِ افتاب
 مردہ تنوں کو برقِ صفتِ بقیار کر
 سازِ نفس کو زخمِ جوشِ عمل سے چھیڑ
 ساکنِ فتنائے دہر کو ہنگامہ نزار کر

ہمت نہ مار۔ وقت ہے یہ امتحان کا
 آفات کا مقابلہ مردانہ وار کر
 ٹرکی۔ جزیرۃ العبر و شام و قیراں
 کہتے ہیں سرگزشت مصیبت پکار کر
 تاج ہورہا ہے خلافت کا گنہگار
 اتنا ستم نہ لے فلک کج مدار کر
 بالہ ہے بول کفر کا اسلامبول میں
 یارب ستمگروں کو نگوشتار و خوار کر
 اغیار ہیں تھریں دسمنا پہ حکمراں
 ترکوں کی حق رسی مرے پروردگارِ اکر
 احرار تیری راہ میں لڑتے ہیں لے خدا
 لیلائے آرزو سے انہیں ہمکنار کر

سکے چلے جہاں میں مساوات و عدل کا
 بیڑا تباہِ ظلم کا لے کر دو گار ! کر
 اے ہمنفسِ اِنہ کر گاہِ جورِ آسماں
 پہناں جو قوتیں ہیں انھیں آشکار کر
 ایشارِ مسلموں کا ہے طغیانی امتیاز
 حسنینؑ کا طریقِ عمل اختیار کر
 ہر معرکہ میں قوتِ بازو سے کام لے
 ہمسائے کی مدد کا نہ کچھ اعتبار کر
 آتی ہے قبرِ خالدؓ جاں ناز سے صدا
 اسلام کا بحال وہی اقتدار کر
 ایشار کر جو پیرو میرِ حجاز ہے
 اسلام کی بقا کا یہی ایک لڑ ہے

۲ زندگی

خونِ دل سے ہے نمونے لالہ زارِ زندگی
 ہے خزانِ زندگی گویا ہمارِ زندگی
 یہ کشاکش اے پیہم زندگی کی جان ہیں
 امتحان و ابتلا ہے اعتبارِ زندگی
 عشقِ شانِ زندگی ہے۔ زندگی ہے شانِ عشق
 کامگارِ عشق ہے بس کامگارِ زندگی
 عشق و دل ہیں زندگی کی ابتدا و انتہا
 عشقِ رازِ زندگی دلِ راز دارِ زندگی
 سرکھن ہو کر شہادتِ رازِ آزادی میں آ
 اے طلبگارِ حیات اے بیقرارِ زندگی!

کاوشِ سود و زیاں ہے ننگِ ناموسِ حیات
 ہمتِ عالی سے قائم ہے وقارِ زندگی
 ذرّہ ذرّہ تیری کرنوں سے ضیا اندوز ہو
 آفتابِ زندگی! امانِ کائناتِ افرور ہو

۴ زمزمہ حیات

چشمِ دل واکر ذراے دشتِ پیائے حیات
 دیکھ ذرّہ ذرّہ ہے ہنگامہ آرائے حیات
 نجدِ بے پایاںِ آزادی میں ہو گرمِ سفر
 آپ آئے گی قدم لینے کو لیلائے حیات
 روحِ مذہب - قوتِ بازو - حکومت - اتحاد
 ان عناصر سے بنا اک اور دنیائے حیات
 بندگی کا خرقہ دیرینہ کر دے تارِ تار
 ہو قبائے خواجگی میں مسند آرائے حیات
 بندِ غفلت توڑاے محبوسِ آبادی نشیں !
 بے قرارِ نقشِ پا ہے ریگِ صحرائے حیات

کیوں پڑا ہے پردہ مڑگاں نگاہ شوق پر
 دیکھ اے غافل! ترا سینہ ہے سینائے حیات
 عشق کے آزاد نعمنوں سے فضا معمور کر
 تشنہ مضرب ہے سازِ تمنائے حیات
 آگ ہے۔ زنداں ہے۔ کوہِ بے ستوں ہے! رہے
 دیکھ۔ کس درجہ گراں قیمت ہے سودائے حیات
 مشعلِ دیں لے کے ہو ہمت کی کشتی پر سوار
 ہے فضا تاریک۔ طوفاں خیز دریا ہے حیات
 مسلکِ فاروقؑ ہے خطرِ طریقِ زندگی
 سطوتِ اسلام ہے رازِ معنائے حیات
 طوقِ وزنجیرِ غلامی توڑ کر آزاد ہو
 کشورِ حریتِ اسلام میں آباد ہو

۴ مناظرہ چشم و گوش

علی الصباح اُٹھا ایک روز بستر سے
 یونہی میں سیرِ حُسن کے لئے چلا گھر سے
 ادھر ادھر کے نظاروں کا لطف اٹھاتا تھا
 کبھی غنزل کا کوئی شعہ گنگناتا تھا
 اک ایسے گلکندہ پر فضا میں جا نکلا
 کہیں جو روشِ جنت اُسے تو ہے زیبا
 اُبھار پر تھا عروسِ بہار کا جو بن
 شجرِ نہال تھے گل پوش تھا چمن کا چمن
 جو سبز باغ دکھاتا تھا باغ کا سبزہ
 تو دل کو وجد میں لاتا تھا پھول کا جلوہ

غمِ زمانہ سے حاصل مجھے نساغ ہوا
 یہ رنگ دیکھ کے دل میں باغ باغ ہوا
 میں چشمِ دل سے ابھی محو سیرِ گلشن تھا
 کہ گوشِ ہوش میں اک شورِ سناٹا دیا
 مناظرہ گل و نرس میں ہو رہا تھا دماں
 جو لکھ گیا ہے کوئی نکتہ سنج اہلِ زباں
 مرے قلم نے دکھائی مجھے جو راہِ گریز
 کیا سمندرِ تحیصل کو میں نے بھی مہمیں
 خدا کی شان اک اعلیٰ مقام پر پہنچا
 بنائے فطرتِ انساں کے بام پر پہنچا
 جہاں مناظرہ چشم و گوش ہوتا تھا
 جو آنکھ نے کبھی دیکھا نہ کان نے تھا سنا

فلا سفر بھی تھے۔ شاعر بھی تھے وہ دونوں فریق
 نئی زبان۔ انوکھا بیاں۔ غضب کا طریق
 نگاہ اُن کی جو مجھ پر پڑی۔ سلام کیا
 معاف بے ادبی کہ کے پھر کلام کیا
 غرض تعارفِ رسمی کے بعد یوں بولے
 ہماری بحث کی جانب ذرا خیال رہے
 قبولِ عرض یہ حسبِ مراد ہو جائے
 ادھر بھی اک نظر انتقاد ہو جائے
 زمانہ بھر میں ہے تنقید آپ کی مشہور
 جو آپ فیصلہ کر دیں۔ ہمیں وہ ہے منظور
 مباحثے کا نئے سرے ہو گیا آغاز
 کہا یہ آنکھ نے اٹھ کر بصدِ کرشمہ و ناز

خطاب چشم کا تجھ سے ہے یُن ذرا لے گوش!
 ورد و شاہد مضمون ہے۔ کھول دے آغوش

چشم

عروسِ صنعتِ معبود کا سنگار ہوں میں
 ریاضِ عالمِ ایجاد کی بہار ہوں میں
 تجلیِ رُخِ خوبانِ گلزار ہوں میں
 تسلیِ دلِ عشاقِ بقیار ہوں میں
 فردغِ چہرہِ خوبانِ نازِ نہیں میں ہوں
 کبھی ہوں زہر۔ کسی دقتِ انجمن میں ہوں
 اگر پلک ہے صدف۔ دُورِ شاہوار ہوں میں
 نظر کی حد ہے جو اسیلم۔ شہرِ یار ہوں میں
 جمالِ یار ہے اک آئینہ۔ میں بہ ہر تہن

وہ میرا آئینہ پروانہ ہیں سمندر یوں
 پری ہواں۔ خور ہوں۔ محبوبِ دل نواز ہوں میں
 اٹھاتے سُن۔ جسے شوق سے وہ ناز ہوں میں
 غضب ہوں۔ قہر و ستم ہوں۔ بہلا ہوں۔ آفت ہوں
 جو گوشے گوشے میں منتشر ہے۔ وہ قیامت ہوں
 اگر میں دستِ تحکم ڈال دوں۔ باز کروں
 تو اک اشائے میں محسوس کو پایا کروں
 وہ جس کا اک لقب آہوتے شیر افکن ہے
 وہ جس کی گرم لگا ہی سے نرم آہن ہے
 وہ جس کا سحر کرے سامری کو بھی مسحور
 وہ جس کی بزم ہے بابل کے نام سے مشہور
 وہ جس نے قدرتِ حق کا ظہور دیکھا ہے

وہ جس نے واوری امین کا نور دیکھا ہے
 وہ جس نے حسن میں لیلا کا نام ابھارا ہے
 وہ جس نے قیس کو مجنوں بنا کے مارا ہے
 وہ جس کی نیم نگاہی سے منچپہ ہے و نیم
 وہ جس کو جھک کے کریں خجرو سناں تسلیم
 وہ جس کے شوقی نظارہ میں آنکھیں تھریں
 وہ جس کو دیکھنے تار سے غزال آئیں
 وہ تیر جس کا نشاء ہو خاطر عشاق
 وہ تیغ جس کی جراحت کا دل رہے مشتاق
 پاک بھپکنے میں جو لاکھ میل تک جائے
 نگاہ اٹھتے ہی انجم کی جو خبر لائے
 کمند عرش پہ جو پھینکے ہیں وہ کافر ہوں

نظر کے تار پہ جو دوڑے۔ ہیں وہ ساحر ہوں
 سمندرِ غم نے میرے جو پتلیاں جھاڑیں
 بھرے غبارِ نگہ سے یہ آسمان و زمیں
 سنا تو ہوگا کہ آنکھیں عجیب نعمت ہیں
 یہ بے مثال کی اک بے مثال صنعت ہیں
 کسی کو بچ ہو۔ آئے کسی پر غم کی گھڑی
 بہا کے اشک بناتی ہوں موتیوں کی لڑی
 نصیب کس کو یہ عزت ہے۔ کس کا ہے یہ وقار
 ملے گی حشر کے دن مجھ کو دولتِ دیدار

گوش

ہیں شن چکا ہمہ تن گوش ہو کے سب تقریر
 غضب کی چشمِ سخن گو نے کھینچ دی تصویر

ادب سے میری بھی ہے عرض شاعرِ ذیشان
 سخن شناس و محقق۔ بلغ و سحرِ بیاں
 میں وہ ہوں جس نے ازل میں سُنی صدائے الست
 اسی کے نغمہ شیریں سے آجتا ہوں مست
 مرے بغیر ہو بے نطقِ قالبِ انساں
 جو میں نہ ہوں۔ تو ابھی گنگ ہو تمام جہاں
 جو میرے فیض سے بے بہرہ ہے وہ بہرا ہے
 مقابلہ کرے مجھ سے۔ یہ کس کا زہرا ہے
 میں سازِ سن کا سنتا ہوں نغمہٴ دلکش
 جو اہلِ عالِ سینیں بسرِ دھنیں کریں عیشِ عیش
 جو راگنی کوئی چھیڑیں طیورِ خوشِ السماں
 تو کچھ نہ پوچھئے۔ ہوتا ہوں اُس گھڑی میں کہاں

جو لغمہ میں نے سنا ہے کبھی وہ سُن لے اگر
 تو چرخ سے گرے ناہید و جد میں اگر
 وہ آبشاروں کا پیہم ترنم شیریں
 وہ آبجوؤں کی دھیمی نوائے سحر آگیاں
 وہ شاخ گل پہ عنادل کے چھوٹوں کی بہار
 تذر و کبک کے پُرکیف قہقہوں کی بہار
 ہے برق سے بھی فزوں پی کہاں پیچھے کی
 نہ دیکھی ہوگی کسیں آنکھ نے چمک ایسی
 وہ آئی کان میں کوئل کی دلفریب آواز
 سمجھ گیا کہ ہے آنموں کی فصل کا آغاز
 بٹوا جو چشم کو احساسِ ہفت رنگ عطا
 مجھے کریم نے ادراکِ صد نوا بخشا

جو کور ہیں اُنہیں ہرگز کوئی مال نہیں
 نظر نہ ہو تو یہ کچھ اِلح کمال نہیں
 تھا نیرِ فاکِ نکتہ آوری ہومر
 محیطِ شعر و سخن کا تھا بے ہا گوہر
 غضب کا شاعرِ جادو نگار ملّٰن تھا
 ذکا و علم و ہنر کا وہ ایک مخزن تھا
 عرب میں ایک تھا آغشی سخنورِ بکیتا
 دیارِ شعر میں سکے اُسی کا چلتا تھا
 تھا رود کی ابوالآبائے شاعرانِ عجم
 اڑا جہان میں اُس کے کمال کا پرچم
 تھا سورداس بھی دُنیا کے باکمالوں میں
 یگانہ مادرِ گیتی کے نونہالوں میں

اخیر وقت میں جرات تھا پسوانِ سخن
 ظریف۔ شاعرِ عالی دماغ۔ ماہرِ فن
 یہ سب کے سب تھے گراے حریف! نابینا
 مرے ہی دم سے ہوئے بے عدیل و بے ہمتا
 مرے وجود سے کون و مکان ہے پُر آواز
 جو میں نہ ہوں۔ تو صدا دے سکے نہ پردہ ساز

محاکمہ شاعر

بیانِ چشم کا بھی لا جواب ہے بیشک
 دلیلِ گوش کی بھی انتخاب ہے بیشک
 نہ ہو جو آنکھ تو ہو کائنات تیرہ و تار
 نہ ہو جو کان تو چھایا رہے سکوتِ مزار

کسی فریق سے ہرگز مجھے ہراس نہیں
 کسی سے لاگ نہیں کچھ۔ کسی کا پاس نہیں
 جو چشم آسنہ بزم کُن کا جو ہر ہے
 تو گوش بھی صدفِ زندگی کا گوہر ہے
 وجود دونوں کا یکساں مفیدِ انساں ہے
 جو کوئی ایک کو ترجیح دے۔ وہ ناداں ہے
 کہوں گا بات میں انصاف سے خدا نکلتی
 یقین مانو۔ نہ رکھوں گا کچھ لگی پسٹی
 جو چشم دیکھتی ہے نیک و خوب تر منظر
 تو ہر حرف سے اپنے ہے بالیقین بہتر
 زیادہ نیک جو باتیں سُنے تو گوش اچھا
 پھر اس کے آگے کوئی پھول پھل نہیں سکتا

آہ میرا بچپن

خوشا وہ عالمِ طفلی کہ غم سے تھا آزاد
 نہ ہے وہ دورِ مسرت . خستہ وہ عہدِ مُراد
 وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا وہ پھوار سا دن کی
 بہارِ خلد بھی اس پر نثار ہوتی تھی
 مزے مزے سے مجھے زمزمے سناتی تھی
 تھپک تھپک کے نسیم سحر سلاتی تھی
 بڑے مزے سے ہیں سوتا تھا گود میں ماں کی
 جہاں کا غم تھا نہ کچھ فکر دین وایاں کی
 تھی برشگال میں قوسِ قزح مرا جھولا
 شفق کو دیکھ کے بے اختیار اچھلتا تھا

یہ مشتری تھا کبھی میری آنکھ کا تارا
 یہ چاند میرا کھلونا تھا ایک چاندی کا
 یہ آرزو تھی۔ مرے ہمنشیں ہوں سیارے
 اُتار لاؤں ابھی آسمان سے تارے
 جو توڑتا کبھی شاخوں سے نیم وا غنچے
 تو غور سے کبھی سنتا طیور کے نغمے
 جو گاہ حسنِ گل و سرو پر فدا ہوتا
 تو گاہ بلبل و قمری کا ہم نوا ہوتا
 جو آئنے میں کبھی دیکھتا میں عکس اپنا
 تو چوم چوم کے ہنس ہنس کے دل کو بہلاتا
 میں گھر کے صدرِ حکومت میں کر رہا تھا راج
 جو تختِ گود تھی ماں کی۔ تو سایہ باپ کا تاج

اسیرِ گیسوئے خوبانِ گلزار نہ تھا
 قاتلِ خنجرِ حُسنِ جفا شعار نہ تھا
 میں عشق ہیں صفتِ برقِ بقیار نہ تھا
 خدنگِ چشمِ حسناںِ بگر کے پار نہ تھا
 کسی کا تھا شبِ وعدہ نہ انتظار مجھے
 کسی کی یاد نہ کرتی تھی بقیار مجھے
 کسی کا ذکرِ محبتِ ستم نہ ڈھاتا تھا
 کسی کا ہجر نہ مجھ کو لہو رُلاتا تھا
 نہ آہِ نیم شبی تھی۔ نہ بسترِ غم تھا
 نہ آرزوؤں کے مدفن پہ وقفِ ماتم تھا
 نہ تھا ذرا مجھے احساسِ غلوت و جلوت
 کبھی سرور تھا پہلو نشیں کبھی راحت

ذرا بھی کاوشِ سود و زیاں نہ تھی مجھ کو
 کوئی بھی فکرِ اذیتِ رساں نہ تھی مجھ کو
 نہ ذرہ بھر کسی حاکم کا سر پہ تھا احساں
 نہ رکھتی تھی مجھے فکرِ معاشِ سرگرداں
 نہ پیشِ غیر میں کرتا دراز دستِ سوال
 نہ دل تھا غیر کے طعنوں سے سرسبزِ غزال
 نہ یوں مصائبِ دنیا سے تنگ آیا تھا
 نہ خوفِ مرگ مرے جسم و جاں پہ چھایا تھا
 پسندِ شیخ جو ہے وہ مئےِ طہور تھا میں
 چمنِ سرلے زمانہ میں جوئےِ نور تھا میں
 وہ سادگی کہ فرشتوں کو پل میں رام کرے
 شرارتیں وہ کہ شیطان بھی سلام کرے

میں کیا بتاؤں کہ کیا دور تھا وہ بچپن کا
 نمونہ ایک تھا گویا بہارِ گلشن کا
 زمانہ آہ جو بچپن کا یاد آتا ہے
 تو سانپ سامرے سینے پہ لوٹ جاتا ہے
 کسی کے ہجر میں وقفِ عذاب کر کے مجھے
 شہید تیغِ غم و اضطراب کر کے مجھے
 "سیرِ پنچہ عہدِ شباب کر کے مجھے
 کہاں گیا مرا بچپن خراب کر کے مجھے"

۱۰ سالِ نو

مژدہ سالِ نو ہوا نغمہ سرائے زندگی

وقت نے بدلی کمپنی

روح میں آئی تازگی

فصلِ بہار آگئی

پھر ہوئی شاخِ دل ہری

مژدہ سالِ نو ہوا نغمہ سرائے زندگی

نغمہ سرائے زندگی مژدہ سالِ نو ہوا

چھیڑ ترانہ وقت کا

دیکھ بدل گئی ہوا

سازِ عمل بجائے جا
 تالِ نئی ہو سیرِ نیا
 نغمہ سرائے زندگی مژدہ سالِ نو ہوا
 مژدہ سالِ نو ہوا نغمہ سرائے زندگی
 پھینک دے طوقِ بندگی
 اوڑھ عبا حُشین کی
 توڑ طلسمِ سامری
 بن کے عصائے موسوی
 مژدہ سالِ نو ہوا نغمہ سرائے زندگی
 نغمہ سرائے زندگی مژدہ سالِ نو ہوا
 یہ ہے زمانِ ابتلا
 کر نہ حریف کا گلا

کانٹوں بھر ہے راستا
 آگے قدم بڑھائے جا
 نغمہ سرائے زندگی مژدہ سالِ نو ہوا
 مژدہ سالِ نو ہوا نغمہ سرائے زندگی
 چمکے گا مہرِ خاوری
 بھاگے گی شب کی تیرگی
 خیر کفر ٹھائے گی
 قوت بازو سے علیؑ
 مژدہ سالِ نو ہوا نغمہ سرائے زندگی
 نغمہ سرائے زندگی مژدہ سالِ نو ہوا
 قوم کا تفسیرِ قہِ مشا
 ہند کو راہِ حق دکھا

دین کے نور سے بنا
 اپنے لئے جہاں نیا
 نغمہ سرائے زندگی مژدہ سالِ نو ہوا

۴۰ بیل اسیر

اے پھول بتا اللہ کس شاخ کی زینت ہے
 کس باغ میں یاروں سے ساغر کشِ عشرت ہے
 اک بیل پرستہ صیاد کے بس ہیں ہے
 بے جرم و خطا قیدی جلاؤ کے بس ہیں ہے
 اللہ وہ دن بھی تھے جب عیش کا سماں تھا
 گلزار کا ہر گوشہ فردوسِ بدامان تھا
 سبزے کا وہ نظارہ تھا روحِ فنا کیسا
 اک فرشِ زمرہ کا تھا صحنِ پسمن گویا
 اک برقِ تجلی تھی جنبشِ گلِ اسیر کی
 سبزے کا وہ لہرانا موجیں ہمِ خضر کی

تھا سدرہ و طوبیٰ کا ہر خسل چمن ہمسر
 ندی کی روانی تھی خجست وہ صد کوثر
 نرگس کی نگہ بازی۔ سوسن کی وہ لسانی
 انداز وہ نسریں کا۔ شوخی گل لالہ کی
 غنچوں کا چکنا کیا۔ پھولوں کا مگنا کیا
 پتوں کا کھڑکنا کیا۔ شاخوں کا لچکنا کیا
 اک طرف تماشا تھا نیرنگی قدرت کا
 ہر برگ چمن گویا سرچشمہ راحت تھا
 مرغان خوش الحان کا ہونا وہ نوا پیرا
 دیوار و درگیشن پر و بسد کا عالم تھا
 سرشار فضائیں تھیں چمن چمن کی
 ہر لے مرے نغمے کی مینا بدامن تھی

ہر سُو تھا غرض چرچا میرے ہی ترانوں کا
 میں رُوح تھا پھولوں کی۔ میں رونق گلشن تھا
 اُف! میرے نشیمن پر کس وقت گری سبلی
 جب اُس گلِ رعنا نے چہرے سے نقاب الٹی
 صیاد نے پہلے تو اک تیر جھا مارا
 زندانِ قفس میں پھر لایا وہ ستم آرا
 اب آہ! میں جکڑا ہوں زنجیرِ مصیبت میں
 کٹتی ہے جدائی میں۔ اندوہ میں۔ آفت میں
 اب رنگِ دگرگوں ہے گلہائے قنبر کا
 مالی نے کبھی گھوڑا۔ گچھیں نے کسی تاکا
 جس باغ میں لغموں سے ہنگامہ شادی تھا
 اب بوم کا مسکن ہے۔ عالم ہے وہاں ہو کا

جس باغ کی آتشِ جنت سے فروں تر تھی
 ویرانِ بیاباں ہے۔ اب فضل ہے پتِ جھڑ کی
 جلوہ گلِ رعنا کا ببل کو دکھا یارب
 فرقت زدہ مجنوں کو لیسا سے ملا یارب
 اُچھاڑیں قفس لے کرے ایسی تو انائی
 سُننا ہوں کہ گلشن میں پھر فصلِ بہار آئی

بائسری بجائے جا

اے حسین کو ہسار! بائسری بجائے جا

شام ہے سکوں فروش

کائنات ہے خموش

وا دیاں ہیں سبز پوش

پھول ہیں سب بدوش

چھیڑ لقمہ سروش

اے بہشت چشم و گوش!

آتشیں نواؤں سے آگ سی لگائے جا

اے حسین کو ہسار! بائسری بجائے جا

نغمہ خیز آبشار
 مستِ رقصِ جوہر
 وجد میں ہے کوہسار
 کھل رہا ہے لالہ زار
 اے ترانہ بہار
 اے نولے بے قرار
 سازِ کیف و سوز کے زمزمے سناتے جا
 اے حسینِ کوہسار! بانسری بجائے جا
 چھیڑ کوئی راگنی
 سوزِ عشق سے بھری
 نغمہ الست کی
 ایک لے ہو بانسری

ہو کے مست بیخودی
 ناچتی ہو زندگی
 حُسن کی فضاؤں میں عشق کو اڑائے جا
 اے حسین کو ہسار! بائسری بجائے جا
 یہ صدائے دل نواز
 یہ نوائے جاں گداز
 اے نگار نے نواز
 اے طلسم سوز و ساز
 ہاں اٹھا نگاہِ ناز
 دے نویدِ استیلا
 قسزم سرور میں رُوح کو بہائے جا
 اے حسین کو ہسار! بائسری بجائے جا

یہ فضائے دلکش
 یہ بہارِ عشقِ زار
 حُسنِ سرخوشِ ادا
 مستِ بادۂ غنا
 بانسری کی یہ صدا
 زندگی کی ہے نوا
 نغمہ ہائے جانفزا۔ گائے جا رہے سنائے جا
 اے حسین کو ہسار! بانسری بجائے جا

کھکشاں

حُسن و جمال تیرا دلکش ہے دلربا ہے
 اے آسماں کی زینت اے کھکشاں! تو کیا ہے
 ہے جوئے نور جاری افلاک کے چمن میں
 مے کی رواں ہے کشتی رندوں کی بحسن میں
 تصویر ہے ادا کی نقشہ ہے بانگین کا
 سایہ ہے یا کسی کے گیسوئے پرشکن کا
 ہے نور کا ترشحِ خمناں فلک پر
 یا جھولتی ہیں جھولا حورانِ ماہِ پیکر
 بکھرے ہوئے کہاں ہیں یہ آسماں پر تائے
 افشاں گری کسی کے گیسوئے عنبریں سے

اقلیم نور کی ہے یا کوئی شاہزادی
 دریائے نیل میں سے غوطہ لگا کے نکلی
 اک شیخ نازنین کی انگڑائی کا ہے نقشہ
 یا قہقہہ کسی کی آوازِ نقہ رنی کا
 حورانِ سیمبر نے رُخ سے نقاب اٹھالی
 رقاصہٴ فلک نے یا مانگ ہے نکالی
 شب ہائے ہجر عاشق کا ہے یہ اک فسانہ
 یا شاعرِ ازل کی ہے بیتِ عاشقانہ
 جلوہ فگن فلک پر تنویرِ کمکشاں ہے
 خنجر بدست شاید جلادِ آسماں ہے
 موجِ خرامِ نازِ دلدار ہے یہ شاید
 شاہنشاہِ جہاں کا دربار ہے یہ شاید

نیلم کے تخت پر ہے یہ کون جلوہ نسیر
 جس کی جلو میں حاضر ہیں شاہ کیا گدا کیا
 جس کے حضور نسیر طائر بھی پر فشاں ہے
 شغرائے آسماں تک اک کلبِ آستاں ہے
 ہے سنبلا دلب سے مصروفِ خوشہ چینی
 سرگرم آبِ پاشی ہے دیو آسمانی
 ہر چار سو نمایاں کیا شانِ کبریا ہے
 روحِ الایں پیروں سے پنکھا سا جھل رہا ہے
 بس روک لے عنانِ رخسِ قلم کو اے دل !
 میدانِ مدح خوانی میں دوڑنا ہے مشکل !
 معراج کا ہے رستہ یہ کہنشاں کہاں ہے
 الہام ہے سراسر میرا بیاں کہاں ہے

کوئی نہ ہو

(تضمین بر اشعار مرزا غالبؔ)

اس قدر بھی وقفِ جوہِ آسماں کوئی نہ ہو
 بیکس و بیچارہ و بے خانہاں کوئی نہ ہو
 بسملِ تیغِ جفائے دوستاں کوئی نہ ہو
 رہتے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
 ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہمزباں کوئی نہ ہو
 اب جنوںِ عشق کو بھی آزمایا چاہئے
 لطفِ کچھ سیرِ بیاباں کا اٹھایا چاہئے
 صورتِ مجنوں کوئی صحرا بسایا چاہئے
 بے درد دیوارِ ساکِ گھر بنایا چاہئے

کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
 کیجئے خوب اشک باری۔ نکلے کچھ دل کا سُخار
 بھرئیے ٹھنڈے سانس جی بھر کر کہ آئے کچھ قرار
 جھیلے آفت پہ آفت۔ ہو نہ کوئی غمگسار
 ”پر پڑنے گر بمبار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
 اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو“

تنہائی

عذابِ جاں ہے تسلیم سپرِ سفسدہ نواز
 بلائے گوش ہے اہلِ جہاں کی گفت و شنید
 زمانہ بھر میں ہے نایاب جنسِ ذوقِ سلیم
 نگاہ کو کہ شناسد خرف ز مروارید
 بساؤں اب کوئی ایسا خسرا بہ خاموش
 جہاں جراحِ جدال نہ ہو کسی کی دید
 جہاں نظارۂ فطرت ہو وجہِ باشِ روح
 شعاعِ مہرِ جہان تابِ قفلِ دل کی کلید
 جہاں گزر کسی انسان کا ہو ناممکن
 نہ رنج و کربِ محرم نہ عیش و عشرتِ عید

وہیں۔ نگاہِ خلاق سے دُور۔ مرجاؤں
 نہ خوفِ پریشِ عصیاں نہ اضطرابِ وعید
 ”مرا ز روزِ قیامت اگر غم است این است
 کہ رُوئے مردمِ عالم دوبارہ باید دید“

اکلوٹے بیٹے کی موت

(بوڑھی ماں کی آنکھوں کے سامنے)

اے میرے لال! بات تو کر۔ خامشی ہے کیوں
 کیوں لال ہو گئی ہے زباں۔ بھمسی ہے کیوں
 تاب و تواں کہاں گئی۔ ناطا قتی ہے کیوں
 ٹھنڈا ہے جسم کس لئے۔ رنگت اڑی ہے کیوں
 بیہوش تُو ہے۔ آہ! میں وقفِ ملال ہوں
 تجھ کو نڈھال دیکھ کے میں بھی نڈھال ہوں
 کیا جانے غیثِ کونسا جادو چلا گئی
 بس جاگتا فتم ہے۔ کچھ ایسا سلا گئی

اں ہاں یہ بھید تاڑ گئی۔ رمز پا گئی
 غفلت کی آڑ لے کے جس پاس آ گئی
 بیٹھی ہوں میں سرھانے مجھے بے قرار دیکھ
 نورِ نظرِ خدا کے لئے ایک بار دیکھ
 پہچانی لگی ہوئی ہے۔ بہت تنگ حال ہے
 ان سختیوں سے جان کا بچنا محال ہے
 اٹھا رہویں برس میں ابھی میسر لال ہے
 اے موتِ ارحم۔ ایک ہی یہ نو نہال ہے
 وہ سانس اکھڑ گئی۔ وہ ڈھلا نیل۔ نئے موت
 ننھی سی جان پر ہوئی نازل بلائے موت
 اے ولئے آج باغِ تمتا اُجڑ گیا
 سینچا تھا خونِ دل سے جو پودا۔ اکھڑ گیا

بن بن کے آرزوؤں کا نقشہ بگڑ گیا
 بیدل ہیں رہ گئی کہ دل آرا بچھڑ گیا
 آنکھوں کے آگے آنکھ کے تارے کی لاش ہے
 دل بخت بخت ہے۔ تو جگر پاش پاش ہے
 میرے سیاہ خانے کا گل ہو گیا چہرا غ
 بے بادہ سرور سے دل اک تنہا ایلغ
 سینہ ہے زخم زخم۔ کلیجہ ہے داغ داغ
 مسکن ہوا جنوں کا مرا خسانہ داغ
 بخت بگر کا ساتھ ہمیشہ کو چھٹ گیا
 ڈاکا پڑا جیل کا۔ تو گھر بار لٹ گیا
 تھی آرزو کہ بیٹے کو دھڑا بناؤں گی
 پیاری سی اک دلہن سے گھر اس کا بساؤں گی

کہتی تھی موت میں ہی دُشمن بن کے آؤں گی
 لے کر بلائیں۔ اس کو گھلے سے لگاؤں گی
 ملنے نہ دوں گی اس کو جگہ سے یہ جان لو
 ملنے نہ دوں گی اس کو کسی سے یہ جان لو
 ڈھانکو ابھی نہ چہرہ ڈیوسف جمال کو
 جی بھر کے دیکھنے دو۔ مجھے اپنے لال کو
 زانو و سر کو پیٹنے دو خستہ حال کو
 تلقین کرو نہ صبر کی مجھ پر زال کو
 منہ اس جہاں سے موڑ چارے لائے لائے
 بڑھیا کو کس پہ چھوڑ چارے لائے لائے
 لو آگئے جنازہ اٹھانے کو اقباب
 کرتے ہیں آہ! پیرو جواں نالہ و مہکا

شوق ہو رہے ہیں قہر و جگر و مصیبتا
 وہ ورد اٹھا۔ وہ منہ سے کلیجہ نکال پڑا
 سیلابِ نوح کا جوش ہے گلگوں زین ہے
 دیکھو مری بنگہ سے قیامت کا سین ہے
 لوگو! وہ میرا موتیوں والا کدھر گیا
 بے داغ باغِ حُسن کا لالا کدھر گیا
 اندھیر ہے۔ وہ گھر کا اُجالا کدھر گیا
 ہے ہے وہ میری گود کا پالا کدھر گیا
 تنہا نہ میرے لال کو رکھ آئیں قبریں
 بچے کے ساتھ ماں کو بھی دفنائیں قبریں
 غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ماتے کیا کروں
 چوٹے ہیں جانے ہوش۔ مجھے ہو گیا بنوں

اب رونے پیٹنے سے نہیں آنے کا سکوں
 بہتر ہے۔ میری قبر یہیں ہو۔ یہیں مرؤں
 اتنا جگر کہاں ہے کہ صدے سہوں گی میں
 سنگِ لحد سے پھوڑ کے سرِ مریموں کی ہیں

بیوی کا جنازہ

جانِ وفا! یہ آج ہیں کیوں بے وفائیاں
 مجھ ایسے ہاں نثار سے بے اعتنائیاں
 کیوں چشمِ کیفِ پاش میں وہ ستیاں نہیں
 کیوں لعلِ شکر میں ترے گہرِ فناں نہیں
 آخر بتا تو۔ کس لئے بے حسِ پڑی ہے تو
 گویا کوئی مجسمہِ خاشی ہے تو
 صغرا! ادھر تو آ۔ مری صغرا! ادھر تو آ
 جا۔ دیکھ تو سہی۔ تری آپا کو کیسا ہوا
 آبا! وہ سو رہی ہیں۔ کہیں تو جگہاں میں
 بازو کپڑے کے ان کو اٹھ کر بٹھاؤں میں

اصغر کو لے کے گود میں بچھو اکھڑا ذرا
 میں آپ دکھیتا ہوں کہ یہ ماجرا ہے کیا
 ہاں۔ سو رہی ہیں چپ۔ نہ کہیں نیند اچاٹ ہو
 باہر گلی میں ننھے کو لے جا کھڑا نے کو

ہے ہے۔ یہ خواب ناز نہیں۔ خواب مرگ ہے
 عقیقی کے راستے کے لئے ساز و برگ ہے
 گھر والو! مائے آج مرا کھسرا جڑ گیا
 میں حسرتوں کی گود میں زندہ ہی گر گیا
 اوپیکر وفا تیرے وعدے وہ کیا ہوئے
 قول و قسم کدھر ہیں۔ ارادے وہ کیا ہوئے
 صغرا کو کون تیرے بغیر اب سنبھالے گا

اتھمغر سے شیر خوار۔ اسے کون پاسے نہ
اورہ نور و ناکب عدم! تو تو چپل بسی
مجھ پر گزر رہی ہے۔ قیامت کی ہر گھڑی

بجلی گری ہے غریب صبر و تہرار پر
پروردگار! جسم مرے حال زار پر
بچوں کو آہ! مجھ سے تو پالانہ جائے گا
گھر کا یہ کاروبار سنبھالانہ جائے گا
دل ایک ہی تھا۔ آہ! جو دلبر کے پاس بہت
اب اے کریم! مجھ سے یہی التماس سے
ناسازگار آب و ہوا ہے زمانے کی
بیل کو دھن بندھی ہے اُسی آشیانے کی

وُہِیا کو اب تو چھوڑ کے عقیقی کو ہائیں سننے
 فردوس ہی کے گوشے ہیں ہم گھر بنا دیں گے
 کروے شکستہ ناؤ کو ساحل سے آشنا
 واہ نگاہِ راہ کو منزل سے آشنا

شوہر کا جنازہ

ہے ہے مرے سر تاج! یہ کیا طرزِ جفا ہے

ہے ہے مرے اللہ! یہ کیا حشرِ بپا ہے

کیا موت کی آغوش میں بیہوش پڑا ہے

گو یا بتِ مر مر ہے۔ نہ جنبش نہ صدا ہے

ہے ہے مے والی! مے نوش! مے دلبر! ہے ہے مرے شوہرا

میں زانو سر کو جو نہ بیٹیوں تو کروں کیا

ما تم مجھے کر لینے دو جی بھر کے خدا را

بر باد ہوا آج سہاگ - آہ رنڈا پا

میں لٹ گئی۔ میں لٹ گئی۔ اندھیر ہے دنیا

ہے ہے مے والی! مے نوش! مے دلبر! ہے ہے مے شوہرا

لکھوں آنکھ ذرا دیکھ کہ ہے اور ہی عالم
 جو عیش کردہ تھا۔ وہ بنا خانہ ماتم
 اپنا تو نہیں۔ مائے گم بچوں کا ہے غم
 کون ان کے دل ریش پہ اب رکھے گا مرہم
 ہے ہے مے ڈالی امے مونس امے دلبرا ہے ہے مے شوہرا
 خاموش ہے کیوں کس لئے مُنہ موڑ لیا مائے
 اب کون کرے گا دل مضطر کی دوا مائے
 ہمارا یہ یوں بھی کوئی کرتا ہے جفا مائے
 اب تو ہی بتا۔ کیا ہے یہی شرط وفا مائے
 ہے ہے مے ڈالی امے مونس امے دلبرا ہے ہے مے شوہرا
 سَلَمی امری سَلَمی! تجھے بہلائے گا اب کون
 روئے گی اگر سینے سے لپٹائے گا اب کون

اختر اتجے بازار پھرا لائے گا اب کون
ٹھکاتے ہوئے باغ میں لے جاتے گا اب کون

ہے ہے مرے والی امیے مونس امیے دلبر! ہے ہے مرے شوہرا

بچی باترے ابا کو بلایا ہے خندانے
واری گئی۔ چلا نہ کھڑی ہو کے سرھانے
دل چھید دیا بچوں کی فریاد و بکا نے
باہرا نہیں لے جائے کوئی جیلے ہسانے

ہے ہے مرے والی امیے مونس امیے دلبر! ہے ہے مرے شوہرا

گھر سے جو گیا۔ گھر کو کیا کس کے حوالے
جس جاتو گیا ہے۔ وہیں ہم سب کو بلانے
بچے ابھی معصوم ہیں۔ کون ان کو سنبھالے
ہے ہے مرے اللہ! مجھے دُنیا سے اٹھالے

ہے ہے مرے والی امیے مونس امیے دلبر! ہے ہے مرے شوہرا

یادِ وطن

اے وطن! اے سرزمینِ پاک! اے پیارے وطن!
 اے وطن! اے مندرِ نشوونماے رُوحِ وطن
 اے وطن! اے مرے پیارے وطن!
 لوریاں دے کر سُلاتی تھی اُسے بادِ بہار
 میری معصومی کا گوارہ تھا جب تیرا چہرمن
 اے وطن! اے مرے پیارے وطن!
 آنکھ کھولی آرزوؤں سے تری آغوش میں
 ایک مُشتِ گل میں پیدا ہو کئے سوتا بچپن
 اے وطن! اے مرے پیارے وطن!

منزلِ فطرت کے دریا ہیں نطفہ کا تیرنا
 قہقہے وہ سادہ رُویوں کے وہ لطفِ انجمن

اے وطن! اے مے پیائے وطن!
 سُکراتے ہیں ترے ذروں میں جلوے طور کے
 تیرے کانٹوں پر فدا جنت کے ریحان و سمن

اے وطن! اے مے پیائے وطن!
 کھینچ کر اُس راحت آبادِ منت سے مجھے
 لائی غربت میں ستم آرا تہیِ چرخِ کھن
 اے وطن! اے مے پیائے وطن!

لے چل اے یادِ وطن! پھر اُس مستِ زار میں
 سازِ دل کی ہر نو اہ ہے۔ اے وطن! پیائے وطن!
 اے وطن! اے مے پیائے وطن!

کوئٹہ کی رنگین یاد

یادِ ایام کہ تھا کوئٹہ سکن میرا
 کتبِ عشق وہی تھا۔ وہی امین میرا
 آہ وہ محفلِ رنگیں وہ ادبِ گاہِ جنوں
 حُسنِ معصوم کی البیسی ادا کا افسوں
 عشقِ شوریدہ کا زور اور وہ گمساہِ بلا
 دلِ بیتاب کا شور اور بھیاناک وہ فضا
 میں کبھی وادیِ اندوہ میں کھو جاتا تھا
 تو کبھی عیش کی آغوش میں سو جاتا تھا
 پھر کتنوں میں مجھ کو جھنکاتا تھا کوئی سرخوشِ ناز
 ذرتے ذرتے سے میں سناتا تھا کسی کی آواز

نجد کے دشمن، نقشہ ساز آنا تھا مجھے
 ہر طرف جلوۂ لبلا منظر آنا تھا مجھے
 دل ناکام کو جب یس رُلا دیتی تھی
 سنس کے اُمّتیر کیجے سے نکالیتی تھی
 کبھی ہر شے نظر آتی تھی چھلاوا مجھ کو
 خضرِ منہل کبھی ہر شے قدم تھا مجھ کو
 بیم و اُمّتید کے اس دور نے کروٹ بدلی
 ناچتی گاتی چلی آئی مسترت کی پری
 چمن دل میں یہ کس گل کی سواری آئی
 پھول برساتی ہوئی بادِ بہاری آئی
 رمز آموز جنوں سیر وہ کہاروں کی
 سنس افروز فضا میں وہ چمن زاروں کی

ستر من ہاں میں احباب کے جنسے وہ کہاں
 چاندنی رات کے پُر کیف نظارے وہ کہاں
 غازی رُوس چمن۔ زیور شہنشاہِ بہار
 حُسن اے کوٹہ تیرا پر پروازِ بہار
 موسمِ گل میں تو اس درجہ حسین ہوتا ہے
 غلغلا تیرا سرِ عرشِ بریں ہوتا ہے
 شوقِ دیدار میں ہر پیر و جوان آتا ہے
 تو اس انداز سے مینہ جلووں کا برساتا ہے
 حُسن ہے نغمہ ہے۔ مستی ہے۔ ادا ہے تجھ میں؟
 جذب ہے۔ سحر ہے۔ اعجاز ہے۔ کیا ہے تجھ میں؟
 رُوکشِ خلا ہے کیا تیرے گستاں کی فضا؟
 کیفِ انگیز و جنوں خیز ہے یا آب و ہوا؟

۵ کوٹہ کا اکہ شہر ہاں ہے جو ایک دلکش و ریختہ باغ کے اندر واقع ہے۔ اس بارے میں کچھ مضمین ہاں ہی

تیرے میووں کی حلاوت میں کشش ہے کوئی؟
 جلوہ افروز ہے یا تجھ میں "نئی شے" کوئی؟
 سادگی کھیل رہی ہے تری پرکاری میں
 کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں
 مجھ کو معلوم تو ہے راز۔ بتاؤں کیونکر
 معنوی کیف کو لفظوں میں دکھائوں کیونکر
 آرزوئیں تری گودی میں جواں ہوتی ہیں
 حسرتیں خاک کے پردے میں نہاں ہوتی ہیں
 حُسن ہے ساقی عرفاں ترستے میخانے میں
 موج زن کوثر و تسنیم ہیں پیمائے میں
 کاش وہ خطۂ محبوب دوبارہ دیکھوں
 جنتِ ذوق کا پُر کیف نظارہ دیکھوں

نوحہ گرامی

خورشید سخن آج نگاہوں سے نہاں ہے
 اندھیر ہے دنیا میں قیامت کا سماں ہے
 اے بادشہ ملک معسانی! تو کہاں ہے
 ہر آنکھ ترے سوگ میں خوشنابہ فشاں ہے
 ہر دل سے نکلتی ہے صدا۔ اے گرامی! اے وائے گرامی!
 مینخانے میں ساقی نہیں۔ دلگیر ہیں مے نوش
 وہ رنگ نہ وہ ذوق نہ وہ کیف نہ وہ جوش
 روتا ہے کوئی خون۔ کوئی غم سے ہے بیہوش
 ماتم ہیں ہیں فرش و درو دیوار سپہ پوش
 ہر شیشہ ہے یوں محو عزا۔ اے گرامی! اے وائے گرامی!
 گلزار میں بل نہیں۔ ہے اور ہی عالم
 گلابانگِ طرب آج ہوئی نوحہ ماتم

شمشاد و صنوبر ہوئے وقفِ غمِ پیہم
 گلِ ہجر کے صحرے سے بے دیدہ پُرِ نم
 ہر برگ ہے مصروفِ بکا۔ مائے گرا آئی! اے وائے گرا آئی!
 صحرا میں نہیں قیس۔ تو ہے اور ہی نقشا
 جھنکارِ سلاسل کی۔ نہ ہے محسّل لیل
 یہ دامنِ محشر ہے۔ کہ ہے دامنِ صحرا
 ہر سمت جو ہنگامہ فراہ ہے۔ ہر پا
 ہر ذرہ ہے یوں نوحہ سرا۔ مائے گرا آئی! اے وائے گرا آئی!
 بس ختم ہوئے حُسنِ تغزل کے وہ چرچے
 اب کون سناتے گا نظیریؒ کے ترانے
 رُتبہ ترا اقبال سے جا کر کوئی پوچھے
 تو زندہ جاوید ہے عجزِ سخن سے
 ہمسرہ ہوا کوئی ترا۔ مائے گرا آئی! اے وائے گرا آئی!

۲ روزنامہ زمیں سدا

(۲۴۹ء)

اے زمیندار! اے وطن کی آبرو کے پاسدار!
 کشت زارِ دینِ فطرت کے لئے ابر بہار
 تیری فطرت میں خدا جانے یہ کیا نیرنگ ہے
 صورتِ دل تیرا ہر ذرہ تپشِ آہنگ ہے
 گاہ تو آتشِ بجاں ہے۔ گاہ آتشِ بار ہے
 برقِ سوزاں ہے۔ سمندر ہے کہ موسیقائے؟
 خجرتِ تل کا نظارہ ہے پیغامِ حیات
 خون کا ہر قطرہ تیرے حق میں ہے جامِ حیات

مُحِیرت ہو کے کہتا ہے ندوے کیلئے توڑ
 اُف رے تیرا خرمن ہستی ہے کیسا برق سوز
 نا خدا دشمن۔ تلامذہ خیز ہے دریا تو کیا
 تُو بھی ہے پروردہ اس غوش گرواپ بلا
 بحرِ ہمت کے شناورا ہاں ذرا جو ہر دکھا
 دیکھ۔ سائل آگیا۔ وہ دیکھ سائل آگیا

میٹ کے آزادی کی رہ میں تُو ہے ہمدوش ظفر
 یہ اصولِ زندگی ہر وقت ہے پیشِ نظر
 "نخنِ دل سے سے نوئے لالہ زارِ زندگی
 ہے خزانِ زندگی گویا بہارِ زندگی"

روزنامہ "قلب"

(شمارہ ۹۲۷ء)

جہاں عشق میں کیسا یہ انقلاب آیا
 کہ حُسن بھی پئے نظارہ بے حساب آیا
 زبانِ حال سے کہتا یہ "انقلاب" آیا
 کہ آج دُورِ صحافت میں انقلاب آیا
 حقوقِ بیکس و مظلوم کی حفاظت کو
 وطن کی تیغ و سپرین کے "انقلاب" آیا
 بھرے گا دامنِ دل گوہرِ تمنا سے
 فضائے ہند میں سورج کا سحاب آیا

ہوئی فضا ئے سیاست کی تیرگی کا فور
 کہ آسمانِ صحافت کا آفتاب آیا
 نوید قوم کو بر آئی آرزو دل کی
 وطن کو مژدہ کہ پیغامِ فتح باب آیا
 گلِ مراد کھلیں گے ریاضِ ملت میں
 یہ سینچنے کے لئے بن کے جوئے آب آیا
 فنِ حبیبہ نگاری اب تجھے مبارک ہو
 کہ بچپنا ترا رخصت ہوا شباب آیا
 ادب کا رنگ صحافت کی شان کیا کہنا
 غرض جسرا نڈِ افرنگ کا جواب آیا
 بڑھے جہان میں تو عسیر جاوداں ہو کر
 ہرا بھرا رہے گلزارِ بے خزاں ہو کر

تغزل

۴ تغزل

غیرتِ عشق نے جلوے کا تقاضا نہ کیا
 طور پر جا کے بھی اظہارِ تمنا نہ کیا
 خود اُگا۔ خود گلِ کُسار ہوا خاک نشیں
 باغبساں کا گمر احسان گوارا نہ کیا
 آگ میں کود پڑے۔ دار و رسن سے کھیلے
 کیا بتائیں کہ ترے عشق میں کیا کیا نہ کیا
 کیا کیا انجمنِ حُسن میں اے کُشتہ نازا
 مشعلِ راہ اگر مسکبِ پروانہ کیا
 خاک ہونے کا مزہ خاک نہیں بخاک نہیں
 اک نیا حشر جو ہر ذرے سے برپا نہ کیا

کاٹنا تھا ابھی کہسارِ طلب اے فریاد!
 تیشہ یاس سے سر پھوڑ کے اچھا نہ کیا
 نگہ پاک تو ہو۔ جلوہ ہے بیتاب نمود
 چشمِ محرم سے کبھی یار نے پردا نہ کیا
 دیدنی ہے مرا نیزنگِ جنوں اے نشتر!
 کبھی فرزانہ بنایا کبھی دیوانہ کیا

۴ جوشِ دشت میں جو مجنوں تراغریاں نکلا
 پر وہ داری کے لئے دشت کا داماں نکلا
 کیا کرامت ہے مری شاہِ جہیں سائی کی
 ہر جگہ سجدے پہ سنگِ درِ جاناں نکلا
 کمکشاں چرخ پہ گلزار میں گل۔ دشت میں قیس
 جسے دیکھا وہ ترا چاک گریباں نکلا

دل کا سراپہ ہستی ہے تب و تاب دوام
 درد سمجھا کئے جس کو وہی درماں نکلا
 نفسِ گرم نے بخشی ہے بقائے جاوید
 وادیِ دل میں رواں چشمہٴ حیواں نکلا
 شعلہ افروز جو محشر میں ہوا داغِ جگر
 آفتاب ایک چسپاں تر داماں نکلا
 عشق جب کوڈ پڑا بحرِ بلا میں نشتر!
 قطرہ قطرہ دُرِ شہوار بداماں نکلا
 ۴۔ جو نقابِ رُخ اُلٹ کر کوئی مجھ ناز ہوتا
 تو نہ شیخ و برہمن ہیں کبھی امتیاز ہوتا
 جو میں اضطرابِ پیہم سے نہ سرفراز ہوتا
 ترے عاشقوں میں کیونکر مجھے امتیاز ہوتا

ترے استخوان گھل کر گلِ نو بہار بنتے
 جو تری فناں میں بلبلِ اثرِ گداز ہوتا
 نہ شفق سے سُرخ ہوتا کبھی پیرہنِ سحر کا
 اگر اک زمانہ تیرا نہ شہیدِ ناز ہوتا
 ترے آستانِ دل پر حرمِ اکے سجدہ کرتا
 یہ صنم کہہ کسی کا جو حیریمِ ناز ہوتا
 یہ ازل سے آرزو ہے۔ سرِ مقتلِ محبت
 تری تیغِ ناز ہوتی یہ سرِ نیاز ہوتا
 سرِ آسماں مہِ نو کا اشارہ ہے یہ نشترِ
 جو ہیں سرنگوں نہ ہوتا تو نہ سرِ فراز ہوتا
 ۳۳ ہنگامہ گرم دہریں ہے انقلاب کا
 یہ زندہ معجزہ ہے مرے اضطراب کا

وجہ نشاطِ دل نہیں تصویرِ آب و گل
 جلوہ بُتوں کا جلوہ ہے موجِ سراب کا
 ہے ذرۂ ذرۂ آئینہ دارِ جمالِ یار
 گوشہ اُلٹ کے دیکھ مرہ کی نقاب کا
 ہر تارِ شعہ ریزِ نوائے راز ہے
 نغمہ شنیدنی ہے نفس کے رباب کا
 آغوشِ بیخودی ہے شبستانِ نازِ یار
 درگاہِ بے نیاز سے طالب ہو خواب کا
 گوہرِ خرف ہے چشمِ حقیقت نگاہ میں
 دم بھر رہا ہوں بحرِ جہاں میں حباب کا
 شتر! کبیدہ دل نہ ہو طعنوں سے غیر کے
 پھونکوں سے کیا بجھے گا چراغِ آفتاب کا

۴ دمِ نظارہ میں آماج گاہِ تیرِ مژگاں تھا
 کبھی آنکھیں تھیں پکیاں ہیں کبھی آنکھوں میں پکیاں تھا
 کھٹارا زِ طلسمِ دہر آنکھیں بند ہونے پر
 یہ حیرت خیز نظارہ فقط خوابِ پریشاں تھا
 نگاہِ شوق سے جس وقت مژگاں کا حجاب اٹھا
 جہاں آئینہ دارِ شوخی دیدارِ جاناں تھا
 فلک پر جو نظر آتا ہے خطِ کہکشاں بن کر
 ازل میں تیرے دیوانے کا یہ چاکِ گریباں تھا
 طلسمِ آبِ گل ٹوٹا تو گویا قید سے چھوٹے
 ہمارے واسطے بابِ عناصرِ باپِ زنداں تھا
 تاشا تھی مری نیرنگی جوشِ جنوں نشتر!
 کبھی میں گلِ بداماں تھا کبھی گلشنِ بداماں تھا

۴ دہر کو قیس صفت عشق میں سودائی کر
 جلوہ گر محفل کعبہ میں ہو۔ لیائی کر
 اب تو پردے سے نکل۔ وعدہ فردا آیا
 نگہ شوقِ دو عالم کو تماشائی کر
 مضطرب سجدے کو ہے ہر رگِ سیمائے نیاز
 سامنے بیٹھ ذرا اور خود آرائی کر
 دُرِ مقصود ہے ہر قطرہ دریاے خودی
 اپنی ہی ذات سے نادانِ اشناسائی کر
 اسی منزل میں کوئی پردہ نشیں رہتا ہے
 آنکھ کو جلوہ گہ دل کا تماشائی کر
 وادی عشق کا ہر ذرہ ہے یوسف بکنار
 اسی کُفسان میں گم ہو کے زلیخائی کر

نغمہ عشق سے معمور ہو سازِ ہستی
 نشتر! اس طرز سے تو زمزمہ پیرانی کر
 ۴ جلوہ بے پردہ دکھا اجمن آرا ہو کر
 اک جہاں سجدہ کرے محو تماشا ہو کر
 نقشِ ہستی تو مٹا۔ گردشِ قسمت نہ مٹی
 خاک اڑاتی ہے مری خاک بگولا ہو کر
 کیا ہی آوارہ ہے اب تک ترے دیوانے کی بوج
 نکمتِ باغ کبھی آہوئے صحرا ہو کر
 تہ و بالا نظر آتا ہے نظامِ عالم
 کس نے اُلٹی ہے نقابِ اجمن آرا ہو کر
 رنگ لاکر ہی رہا ضبطِ محبت آضر
 بہ گیا آنکھ سے دل خونِ تمنا ہو کر

ہر گولا لفظ آتا ہے مجھے محسوس
 رہ گیا قیس تو گردِ روِ لیل ہو کر
 عبرت آموز ہے نیرنگی قدرت تیری
 نعمتِ عیش کبھی آہِ غم افزا ہو کر
 جستجو میں تری پہنچا ہوں عدم سے جی پے
 بخودی ڈھونڈ رہی ہے مجھے عنقا ہو کر
 شوقِ منزل ہی تو خود راہنما ہے نشترا
 تو نے دیکھا ہی نہیں بادیہِ پیمیا ہو کر
 ۴ خونِ شبیر ہے کیا۔ سُرخِ افشاںِ دل
 شورِ منصور ہے کیا۔ نعرۂ مستانِ دل
 نقشِ ہستی ہے غبارِ رہِ کاشانہٗ دل
 عرصہٗ حشر ہے اک گوشہٗ ویرانہٗ دل

عشق کا بارِ گراں ہنس کے اٹھایا سر پر
 اللہ اللہ یہ ہے ہمتِ مردانہ دل
 عقل گم کردہ رہِ وادیِ حیرت ہے ابھی
 اور محبوب در آغوش ہے دیوانہ دل
 اس کا ہر ذرہ ہے آئینہ اسرارِ حیات
 لوحِ محفوظ ہے گویا مرا پیمانہ دل
 گرمیِ عشق سے ہے تابشِ رخسارہٴ حسن
 شعلہٴ طور ہے منت کشِ پروانہ دل
 ابھی شاداب ہو گلزارِ تمنّا تیرا
 تپشِ برق اُگائے جو کہیں دانہ دل
 نہ حرم ہے نہ کلیسا ہے نہ بُت خانہ ہے
 یار کی آنکھن ناز ہے کاشانہ دل

لاکھ ایمان ہیں اک کُفسِ محبت پہ نثار
 دیکھ صد کعبہ در آغوشِ ہے بُتِ فائدہ دل
 کیا کرامت مرے ساقی نے دکھائی نشتر!
 خطِ خورشید بنا ہے خطِ پیمائشِ دل
 ۴ ہوں آرزوؤں کا ایک تابوتِ زندگانی کا مزار ہوں میں
 جنازہ بردار آپ اپنا ہوں آپ ہی سوگوار ہوں میں
 رکیوں نہالی امید کے سینچنے کو خونِ نابہ بار ہوں میں
 جو بھلیوں سے بٹو ہے شاداب اُس حین کی بہار ہوں میں
 یہ انقلابِ زمانہ میری تڑپ کا اک زندہ معجزہ ہے
 قرار جس کے لئے پیامِ اجل ہے۔ وہ بیقرار ہوں میں
 ہلائی آغوش میں پلا ہوں۔ ہے شامِ غم صبحِ غمید مجھ کو
 گھر بکھٹ ہوں اگرچہ موج و نہنگ سے ہمکنار ہوں میں

مرے خرابات کی جو منظور سیر ہے ظرفِ لاکھیں سے
 کہ خونِ دل کو سمجھ کے مے پی رہا ہوں وہ بادہ خواہوں میں
 سنائی دیتے ہیں جس کی سرسبز سے انا الجھر کے ترانے
 ہیں کوثر و سلسبیل بھی جس کے تشنہ وہ جو تبار ہوں میں
 جو دیکھنا ہو کہ عشق میں دل پہ کیا گزرتی ہے مجھ کو دیکھو
 زمانہ بھر کے بلا کشوں کی مٹی ہوئی یادگار ہوں میں
 نئے مضامین کے پھول نشترِ اوراقِ ورق پر مہک رہے ہیں
 بہارِ معنی ہے میرا دیواں وہ شاعرِ تازہ کار ہوں میں
 ۴ میں گردشِ جامِ شہادت ہوں یرہونِ صلّائے عام نہیں
 فرما دکا خونیں افسانہ ہوں شیریں کا پیغام نہیں
 آفات کی بجلی کو نڈتی ہے طوفانِ حوادثِ برپا ہے
 میں اُس دُنیا میں رہتا ہوں جو واقفِ صبح و شام نہیں

کیا لطف ہے مینے کا ہمدم! جب جام بنے کُشکولِ گدا
 جو پیرِ مغال کے دستِ نگر ہوں۔ ہم وہ مے آشام نہیں
 دریا میں اُتر۔ کیا ڈرتا ہے گرداب کی شورِ انگیزی سے
 خود موجِ بلا کشتی ہے تری کشتی سے تجھے کچھ کام نہیں
 صیادِ اقبس میں جینا کیا۔ یا پھیر چھری یا چھوڑ بٹھے
 ہے آرزوئے آرام۔ مگر پابندی کا آرام نہیں
 ساقی کے تصورِ رنگیں میں پی ساغرِ حشمت سے خونِ جگر
 اِس مے سے کوئی مے شند نہیں! اِس جام سے بہتر جام نہیں
 اب نشترِ بسترِ مرگ پر ہے۔ دُنیا مُنہ دیکھنے آئی تہے
 بس کوئی دم کا مہماں ہے وہ۔ صبح نہیں یا شام نہیں
 ۴ ایسا بپا کروں کوئی طوفانِ آرزو
 پہنائے کائنات ہو داماںِ آرزو

خونِ جگر سے دامنِ مژگاں ہوا لہ رنگ
 پھولا پھلار ہے چمنستانِ آرزو
 ساحل کا ہے سکوت کہ تہِ موت کا پیام
 موجوں کا شور ہے کہ ہے طوفانِ آرزو
 زہرا پ غم ہے بادۂ سرجوشِ مدّعا
 داغِ جگر ہے شمعِ شبستانِ آرزو
 پھر سیلِ اشک بہنے کو ہے چشمِ یاس سے
 بے آبرو نہ ہو دُرِ غلطانِ آرزو
 تیرا عتاب شعلہ زنِ خرمینِ اُمید
 تیرا کرم بہارِ گلستانِ آرزو
 حرفِ وفا مٹا ورقِ روزگار سے
 بانڈھے کسی سے کیا کوئی پیمانِ آرزو

اب آرزو یہ ہے کہ کوئی آرزو نہ ہو
 ایسا کیا کسی نے پشیمان آرزو
 نشتر! میں زندہ ہوں نفسِ گرمِ عشق سے
 جامِ فنا ہے میرے لئے جانِ آرزو

خُمِ کدہِ بَرّامن ہے یادِ پیرِ مئے خانہ
 خونِ دل مئے گالگوں چشمِ تر ہے ہیمنہ
 ایک ہی تھا اکتب بھی ایک ہی سبق بھی تھا
 وہ ہوا سے فرزانہ میں ہوا ہوں دیوانہ
 دیر کیا۔ حُرّم کیسا۔ تیرا سینہ ہے سینا
 دل رہ شمع ہے جس کا حُسن بھی ہے پروانہ
 کعبہ چل کے آتا ہے خود طواف کرنے کو
 کیا بلند رتبہ ہے میرے دل کا بُت خانہ

عشق کے سلاسل کو توڑنا ہے گستاخی
 ورنہ پھونک دوں زنداں میں تو ہوں وہ دیوانہ
 میں ہوں۔ تُو ہو بے طرب ہو۔ خم ہو۔ مے ہو۔ گلشن ہو
 رو و لغم جاری ہو۔ دور میں ہو پیمیا نہ
 قیس تو تھا دیوانہ۔ میں ہوں دشتِ پیا کیوں
 سیلِ گریہ سے میرا گھر ہی جب ہے ویرانہ
 کشتِ دل کو اے نشتر! چشمِ تر سے پانی دے
 خرمینِ تمنا ہے آنسوؤں کا ہر دانہ
 اُجسے کوئی بھی نہ سمجھ سکا۔ نہ سمجھ سکے تُو وہ راز ہے
 کہیں عشق ہے کہیں خُش ہے کہیں سوز ہے کہیں ساز ہے
 مرے دل کا بُت کہہ کس حسین کی آج منزلِ ناز ہے
 کہ ادب سے سجدے کو عرش و کعبہ کی خمِ جبینِ نیاز ہے

یہ قصور تیری نظر کا ہے۔ نہ نشیب ہے۔ نہ فراز ہے
 کہ جہاں ہے مرقبہ غزنوی۔ وہیں خواب گاہ ایاز ہے
 ورق جہاں کے ہزار رنگ پلٹ رہا ہے ہر آن میں
 تو کرشمہ ساز بلا کا ہے۔ تو غضب کا شعبہ باز ہے
 جو فضائے کوہ و گہن میں جوئے سرود ہوتی ہے موجزن
 یہ وہی ہے نغمہ الست کا۔ یہ وہی رباب نواز ہے
 مرے پاس بیٹھ کے سن ذرا دل غم نصیب کا ماجرا
 کوئی نے نواز ہے اور ہی۔ یہ جی بھی تو سوز و گداز ہے
 جو کبھی ہیں تختہ دار پر۔ تو کبھی ہیں قلم ناز ہیں
 یہ سجد ہے۔ وہ قیام ہے۔ یہی عاشقوں کی نماز ہے
 مجھے ذرے ذرے سے آہی ہے یہی صد اکہ میں طوہوں
 جو تری نگاہ میں کچھ نہیں۔ وہ مری نگاہ میں راز ہے

بس اٹھو بھی سجدے سے نشتر اب کہ ہے پردہ پوش سکوتِ شب
یونہی چھپ چھپا کے چلے چلو درمیکدہ اٹھی باز ہے

۴ خونیں نوا کیا پیشِ حجبِ یار نے
رُسوا کیا مجھے دل بے اختیار نے
دردِ فراقِ خود ہی دوائے فراق ہے
افتا کیا یہ رازِ ترے انتظار نے
شاداب سوزِ عشق سے نخلِ حیات ہے
زندہ کیا ہے مجھ کو دلِ بقیہ دار نے
قطرے جہاں گرے وہیں پھولے ہیں لالہ زار
کیا گلِ کھلائے دیدہ خوشنماہِ بار نے
ہر داغِ دل کو طورِ درآغوش کر دیا
برقِ انگنی وہ کی شریرِ عشقِ یار نے

معلوم تھا مجھے کہ ہے تو دشمن وفا
 مجبور کر دیا دل بے اختیار نے
 اکسیر بن گئی مرضِ عشق کے لئے
 پایا یہ مرتبہ مری خاکِ مزار نے
 گردوں پہ نورِ پاش ہوا بن کے کہکشاں
 پایا ہے کیا عروج ہمارے عمار نے
 نشتر! مرا کام ہے مقبولِ خاص و عام
 ذوقِ سلیم مجھ کو دیا کردگار نے
 ۴ جلوۂ حسن سے ہر کوہ کو سینا کرے
 موسیٰ دہر کو سرشارِ تماشا کرے
 ہوں ہیں دونوں جہاں مستِ مئےِ ناز و نیاز
 ایسی رنگین سی دُنیا کوئی پیدا کرے

چھیڑ۔ ہاں چھیڑو ہی لغسہ انکارِ جمیل
 عشقِ مایوس کو بیتاب تمنا کر دے
 گرد اٹھ اٹھ کے بنائے گی سراغِ منزل
 رہر و دل کو ذرا بادیہ پیمیا کر دے
 دل مضطرب! تجھے محرم تو بنا لوں۔ لیکن
 ڈریہ ہے۔ رازِ محبت کو نہ افشا کر دے
 تمتِ عشق ہے وہ۔ عشق کہاں ہے نشتر!
 عالمِ حُسن میں جو حشر نہ برپا کر دے
 صر و نیانہ چاہئے مجھے۔ غبتی نہ چاہئے
 کیشِ معانہ و دل دیوانہ چاہئے
 میرے جنوں کو تنگ ہے پہنائے کائنات
 یارب بہت بڑا کوئی ویرانہ چاہئے

ہر کوہسار میں ہیں نہاں لعلِ بے بہا
 تیشہ زنی کی مہمتِ مردانہ چاہئے
 دم لے۔ ٹھہر۔ کسی کا مجھے انتظار ہے
 اے مرگ! یہ تحکمِ بیجا نہ چاہئے
 اب تو بھی ساتھ چھوڑ چلا اے خیالِ یار!
 ایسا نہ چاہئے تجھے ایسا نہ چاہئے
 جنتِ تودی کرم ہے ترا۔ لیکن اے کریم!
 کوثر نہ چاہئے۔ مجھے میخانہ چاہئے
 طوفاں کا شور ہے مجھے پیغامِ زندگی
 بے جوشی کنارہ دریا نہ چاہئے
 ساحل سے ہمکنار ہو موجوں کو چیر کر
 تائیدِ تاخدا پر بھروسہ نہ چاہئے

آزادیِ دوام کی قدر بھی اسے کسیرا
 صیاد کی خوشامدِ جیسا نہ چاہئے
 کوثر پہ آئے ہیں سرِ یغانِ بادہ نوش
 نشتر! اب ایک نعرہ ستانہ چاہئے
 ۲ ہوا ہوں خاکِ بسترِ نقشِ پا کے لئے
 ہوں تشنہ لب اسی جامِ جہاں نما کے لئے
 جو ذرہ ذرہ ہے اک آفتابِ عالمِ تاب
 تو قطرہ قطرہ گھرِ چشمِ آشنا کے لئے
 کسی کے غمِ غلِ بقا پر گری ہے برقِ فنا
 دُعا میں انگ رہا ہے کوئی گھٹا کے لئے
 ہوائے شوق اڑاتی ہے خاکِ بہرِ وصال
 ہے ابتدا میری بیتابِ استہا کے لئے

یہ جانتا ہوں کہ باپ قبولِ دعا ہے مگر
 کہاں سے لاؤں زباں عرضِ دعا کے لئے
 لگا دے آگ سنا کر ترانہ ہائے الست
 کہ دل ہے شعلہ بدامن اسی صدا کے لئے
 وہ سامنے نظر آتی ہے تربتِ نشتر
 چلو کہ ہاتھ اٹھائیں ذرا دُعا کے لئے

۴ کم نظر عالم سے ہے تکلیفِ وجدانی مجھے
 چاہتے رہنے کو اک دُنیا ئے عرفانی مجھے
 ہو مبارک حُسن کا عبوسِ نورانی مجھے
 عشق کا پیرا بن صد چاک دامانی مجھے
 حُسنِ مومرِ شارِ لغمہ - عشقِ مومرِ ہوشِ قس
 چاہتے اس رنگ کی دُنیا ئے وجدانی مجھے

جس کے اکِ جمعے سے پہنچوں لامکاں سے بھی پیسے
 ساقیِ عرفاں! پلا وہ آتشیں پانی مجھے
 بحرِ ہستی میں نمک پروردہ گرداب ہوں
 مرکبِ اُمید ہے ہر موجِ طوفانی مجھے
 ہر گولہ محلِ لیسلا کا ہے آئینہ دار
 رہبرِ منزل ہے ہر غولِ بیابانی مجھے
 مایہ نشوونما ہے نخلِ ہستی کے لئے
 آرزو کی جان ہے یہ سوزِ پنهانی مجھے
 پیار کو پھلی رگِ گردن تو ٹوٹی تیغِ ناز
 میں گراں جانی کو روتا ہوں گراں جانی مجھے
 دفن ہے ہر ذرہ ہستی میں نعشِ آرزو
 ہمنفس! رہنے دے وقفِ مرثیہ خوانی مجھے

فقر کی نعمت نے استغنا کی دولت بخش دی
 ہے بساطِ خاک اور نگِ سلیمانی مجھے
 شانِ رحمت مُسکرا دی میری صورت دیکھ کر
 نوے جنت لے گئی آلودہ دامانی مجھے
 کیوں نہ ہو نشتر! مرا ہر شعر پیغامِ حیات
 ہے نظیریؒ کا میسٹر فیضِ روحانی مجھے
 ۴ حشر برپا ہے۔ کچھ ایسا نظر آتا ہے مجھے
 آج کون انجمن آرا نظر آتا ہے مجھے
 دل کا ہر ذرہ ہے دُنیاۓ تلون گویا
 آسماں ایک پھلاوا نظر آتا ہے مجھے
 کیف انگیز ہے نظارۂ چشمِ ساقی
 موجِ زنِ قسرم صہبا نظر آتا ہے مجھے

خود نمائی کے لئے کون لب بام آیا
 اک جہاں مجھ کو تماشا نظر آتا ہے مجھے
 ذرے ذرے سے انا الطور کی آتی ہے صدا
 عشق ہی حُسن ہے۔ ایسا نظر آتا ہے مجھے
 اے خدا! حشرِ آغوش ہے کس کا جلوہ
 نظمِ عالم تہ و بالا نظر آتا ہے مجھے
 شررِ آہ میں ہے شعلہ سینا کی ضیا
 نار میں نور کا جلوہ نظر آتا ہے مجھے
 حسرتِ آبادِ جہاں میں ہوں وہ بربادِ ازل
 گلستاںِ روکشِ صحرا نظر آتا ہے مجھے
 غرقِ دریائے سختی ہے نگاہِ پُر شوق
 کیا کموں۔ دہریں کیا کیا نظر آتا ہے مجھے

دیکھ۔ ہاں دیکھ تو۔ جلتا ہے وہ کیا لے نقشہ تیرا ہی نخسہ نمنا نظر آتا ہے مجھے

۴ عجب ایک راز ہیں ہم۔ کوئی جانتا کہاں ہے

مری ابتدا کہاں سے۔ تری انتہا کہاں ہے

چلے دورِ جامِ ساقی! مئے غم رُبا کہاں ہے

یہ تو کوثرِ اُڑ رہا ہے۔ یہ گھٹا گھٹا کہاں ہے

شبِ انتظار تیری سے نویدِ صبحِ عشرت

یہ تو جانِ زندگی سے۔ یہ بلا بلا کہاں ہے

یہ ہے قلمِ محبت۔ نہ کنارہ ہے نہ کشتی

تو ہے نا خدا کا بندہ۔ اسے نا خدا کہاں ہے

جو ہے زندگی کا طالب۔ تو شہیدِ دوست ہو جا

رہِ منزلِ بقا ہے۔ یہ فنا فنا کہاں ہے

یہ ہے شیوہ تعافل۔ یہ نظر کا ہے کرشمہ
 یہ بلا بلا کہاں ہے۔ یہ قضا قضا کہاں ہے
 یہ جہاں سے کون اُٹھا۔ کہ ہے نوحہ خیر صحرا
 وہ کدھر ہے چاک اماں۔ وہ برہنہ پا کہاں ہے
 تجھے خار زارِ وحشت میں سبک روی مبارک
 یہ ہے خضرِ راہ نشترِ ترا نقشِ پا کہاں ہے

رُباعیات

رُباعیات

۴ عالم کا وجود ذوالمنن کے دم سے
 رونق ہے یہ سب شاہِ زمنؑ کے دم سے
 دیوارِ عناصر کی بنا ہیں اصحابِ رُ
 قائم ہیں حواسِ پختنؑ کے دم سے

۴ کیا کہنے کہ ان آنکھوں سے کیا کیا دیکھا
 ہر شے میں ترے حُسن کا جلوہ دیکھا
 بیہوش ہوئے حضرت موسیٰ جس سے
 ہر ذرے میں ہم نے وہ تماشا دیکھا

مداحِ نبیؐ تیرے حضور آیا ہے
 اک سائلِ بخشش اے غفور آیا ہے
 اس سمت بھی رحمت کی نظر ہو جائے
 اک بندہٗ پر عجز و قصور آیا ہے

کعبے میں صنم خانے میں جلوا تیرا
 کافر بھی مسلمان بھی شیدا تیرا
 راہیں تو جدا جدا ہیں۔ منزل ہے ایک
 ہر رنگ میں ڈھنگ ہے۔ ترالا تیرا
 صد شکر کہ ساعتِ عید آئی ہے
 فردوس سے رحمت کی نوید آئی ہے
 اللہ مبارک کرے ہر مسلم کو
 کس دھوم سے اچکے سال عید آئی ہے

”فالوس“ کا خیر مقدم

جالندھر کے افق سے چمکا ”فالوس“
 اردو کی آنکھ کا ہے تارا ”فالوس“
 پُر نور ہوئی علم و ادب کی دُنیا
 ہے رشکِ چراغِ طُور گویا ”فالوس“

دیکھو نکلا وہ آفتابِ عرفاں
 مژدہ اے اہلِ علم و ذوق و وجدِ اداں
 جس خاک سے حضرتِ گرامی اُٹھے
 اُس خاک سے ”فالوس“ ہوا نورِ فشاں

خورشیدِ ادبِ فستحِ محمد خاں تھے
 ڈاکر اک چاند ہیں اُسی گردوں کے
 اُردو کے مدیر وہ تھے "فانوس" کے یہ
 کیوں مطلعِ اوج پر نہ اُردو چمکے

العظمتہ لہدیہ شان "فانوس"
 ہر اہلِ نظر ہے قدردانِ "فانوس"
 اس کا ہر لفظ شمعِ بن کر چمکے
 ضویا پاش ہو ملک میں زبانِ "فانوس"

جب تک دُرِ شہوار سے پڑے قاموس
 فیضانِ بہار سے گلزارِ عروس
 جب تک ہے چاند شمعِ قندیلِ فلک
 روشن رہے یہ علم و ادب کا فانوس

مشققات

منتقرات

۴ تلاش یار میں نکلے چمن سے بُو ہو کر
 ہوئے ہم آپ ہی گم محو جستجو ہو کر
 جنوں میں باغ کی دیوار پھاڑنا کیا ہے
 ہوا کے دوش پہ اڑ جاؤں گا میں بُو ہو کر

۴۵ دُرِ مقصود چشمِ آشنا سے کب نہاں نکلا
 یمُ اُلفت کا قطرہ قطرہ بحرِ بیکراں نکلا
 خدا جانے ہے کیا اس خاک کے پُتلے کی ماہیت
 طلسمِ حیرت آبادِ جہاں اک چیتاں نکلا
 یہ شانِ بندگی دیکھو کہ دل کا مدعا ہم نے
 جہاں دیکھا۔ وہاں پایا۔ جہاں ٹھونڈا وہاں نکلا

جس بزم میں جا کے بیٹھتا ہوں
 اُٹھتی ہیں صدا میں ہا و ہمو کی
 ہم یار سے ہو چکے ہیں واسل
 موسیٰ نے تو صرف گفتگو کی

۴ مجھ سے کیا پوچھتے ہو کون ہوں میں کیا ہوں میں
 روضہ پاکِ محمد کا جیس سا ہوں میں
 حوریں آنکھوں پہ بٹھائیں گی مجھے جنت میں
 کفش بردارِ شہِ ثریب و لطفِ ہوں میں

۲۲ حرم دل میں مئے عشقِ نبی پیتا ہوں
اک زمانے سے زالی ہے عبادتِ میری

۲۳ نہ ہو گلزارِ عالم میں کوئی یوں صیدِ ناکامی
بہار آئی تو بجلی گر پڑی میرے نشمین پر
بنیں گے سُرخیاں افسانہٴ فرقت کی اے نشترِ
یہ جتنے قطرے اشکِ نوح ہیں میرے دامن پر

۴ قیمتی مجھ پہ کیا اتری گھٹائیں چھا گئیں دل پر
الم کی - یاس کی - اندوہ کی - حراماں کی - ماتم کی

۴ اک ہم ہیں - رورہے ہیں جو غربت میں نہ ارزا
اک وہ ہیں جو وطن میں ہوئے ہمکنارِ عید

۴ اُس مہِ حُسن کی حامل جو مجھے دید نہیں
پیش خمیہ ہے محترم کا - مہِ عید نہیں

۳
 ٹھہر ٹھہر کہ ہوں مہمان میں بھی دم بھر کا
 قریب ختم ہے اے شمعِ اداستاں میری

بزمِ سخن ہے بزمِ عزا صد ہزار حیف
 دنیا سے آج لشکرِ جادو بیاں اٹھا

ہاتھ اٹھا۔ فاتحہ پڑھ۔ تو بھی یہیں آئے گا
 ارے او کو یہ غریباں پہ کزرنے والے

حسرتیں قبر سے لپٹی ہیں۔ ذرا دیکھ کے چل
مرمٹوں کا یہی لے دے کے نشان باقی ہے

۲۲۹۱۳۸

واحد نمبر

۲۵۱ ج

تین نمبر

نصاب نمبر

حقوق محفوظ



اکتوبر ۱۹۳۳ء

میں

عبدالحکیم خاں نشتر جالندھری پبلشر

نے

فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سکر کرا روڈ لاہور

میں

باہتمام عبدالحمید خاں پرنٹر چھپوا کر

دفتر ”نغمہ زندگی“ ۱۱۹ سکر کرا روڈ لاہور سے

شائع کی جا

فیروز پور ٹینک وکس ۱۱۹ سرکرہ ڈالہ ہوا

بہ تمام اہم عبد الحمید خان صاحب